اصطلاحات صوفیہ

تعریف اور تشریح

ڈاکٹر محمد اسلام

ادارۂ تحقیقات اردو
منصور آباد

بحث سوم

جرح و تعدیل کے مراتب

ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" کے مقدمہ میں جرح و تعدیل کے عمل کو چار مراتب پر تقسیم کیا ہے۔ اور ان میں ہر ایک کا حکم بیان کیا ہے۔ بعد میں علماء نے جرح و تعدیل کے ان چاروں مراتب پر دو مراتب کا اور اضافہ کر دیا ہے۔ جس کے بعد اب جرح و تعدیل کا عمل چھ مراتب پر منقسم ہو گیا۔ ان کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

۱ - تعدیل کے مراتب اور ان کے الفاظ:

ا) کسی راوی کی توثیق میں مبالغہ پر مشتمل لفظ، یا اسم تفضیل لفظ جو اَفعَل کے وزن پر آئے تعدیل کے سب سے ارفع معیار کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے فلاں شخص وہ ہے جس پر ثبت اور پختہ روی کی انتہا ہوتی ہے" یا "فلاں شخص وہ ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ ثقاہت کا حامل ہے"

ب) پھر توثیق کے لئے ایک یا دو صفات استعمال کر کے توثیق کو موکد بنایا جائے "ثقہ ثقہ" یا "ثقہ ثبت" (بہت ہی ثقہ یا ثقہ اور پختہ کار)

ج) اس کے بعد توثیق راوی کا درجہ ہے جس میں ایسا لفظ استعمال کیا گیا ہو جو توثیق پر دلالت کرتا تو ہو لیکن اس کی تاکید نہ ہو جیسے کہا جائے "ثقہ" یا "حجۃ" (ثقہ ہے یا حجت ہے) وغیرہ۔

د) پھر ایسے الفاظ جو راوی کی تعدیل پر دلالت کریں لیکن اس میں ضبط شامل نہ ہو مثلاً کہا جائے "صدق" (بہت سچا) یا "محلہ الصدق" (سچائی پر قائم) یا "لاباس بہ" (اس میں کوئی خرابی نہیں) وغیرہ البتہ "لاباس بہ" کا فقرہ معین کسی راوی کے سلسلے میں استعمال کریں تو یہ فقرہ ثقہ اور پوری طرح اعتماد راوی ہی کے بارے میں استعمال کرتے ہیں۔

ھ) پھر بعض الفاظ ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں راوی کی توثیق یا تجربہ کی کوئی علامت نہیں ہوتی جیسے کوئی کہے "فلاں شیخ" (فلاں شخص عمر رسیدہ بزرگ ہے) یا "روی عنہ الناس" (اس شخص سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے یا روایت کرتے ہیں)

و) پھر ایک ایسا طریق بیان بھی ہے جو جرح راوی کی طرف اشارہ کرنے والا ہے۔ جیسے

Marfat.com

"فلاں صالح الحدیث" یعنی فلاں شخص روایت حدیث کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یا
فلاں "یکتب حدیثہ" (فلاں شخص احادیث لکھ لیتا ہے۔)

۲ - تعدیل راوی کے ان مراتب کا حکم:

ا) مندرجہ بالا مراتب میں سے پہلے تین مراتب کے حامل راوی کی روایت قابل حجت ہو گی۔ اگرچہ ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔

ب) لیکن چوتھا اور پانچواں مرتبہ ایسا ہے جس کے حامل راوی کی روایت قابل حجت نہیں، لیکن ان کی احادیث لکھ لی جائیں گی اور ازمائش کے لئے ان کا جائزہ لیا جائے گا۔ ۲۔ کہ راوی کا ضبط و حفظ کس درجہ کا ہے اگرچہ پانچویں مرتبے کا راوی چوتھے مرتبے کے راوی کے مقابلہ میں کمتر ہے۔

د) چھٹے مرتبہ والے راویوں کی روایت کو قابل حجت نہیں سمجھا جائے گا۔ لیکن ان کی روایات کو لکھ لیا جائے گا۔ اور آزمائش کے لئے ان کا جائزہ نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے کہ ان کے عدم ضبط کا معاملہ پوری طرح واضح ہوتا ہے۔

۳ - جرح کے مراتب اور اس کے الفاظ:

ا) نرم رویہ پر دلالت کرنے والے الفاظ: (جرح کے سلسلے میں سب سے زیادہ نرم الفاظ ہوتے ہیں) جیسا کہ کہا جائے "فلاں لین حدیث یا فیہ مقال" (فلاں شخص حدیث میں نرم رویہ اختیار کرتا ہے) یا یہ کہا جائے (اس راوی کے متعلق باتیں کہی گئی ہیں)

ب) پھر ایسے الفاظ جن میں ناقابل حجت ہونے کی صراحت ہو۔ اس سے ملتے جلتے الفاظ ہوں، جیسے کہا جائے، "فلاں لا یحتج بہ" یا "ضعیف" یا "لہ مناکیر" (وہ قابل حجت نہیں ہے یا ضعیف ہے یا اس کی مرویات "منکر" ہیں۔

ح) پھر ایسے الفاظ جن میں زیر بحث راوی کی روایات کی عدم کتابت کی صراحت ہو جائے مثلاً "فلان لا یکتب حدیثہ" یا "لا تحل الروایہ عنہ" یا "ضعیف جداً" یا "واہ بالمرہ" (وہ تو اپنی حدیث کو لکھتا ہی نہیں) یا (اس سے روایت لینا ہی درست نہیں) یا (وہ بہت زیادہ ضعیف ہے) یا (وہ بالکل ہی کمزور ہے)

د) پھر وہ الفاظ جن کے ذریعے راوی پر جھوٹ وغیرہ تہمت لگائی جائے جیسا کہ کہا جائے "فلاں متہم بالکذب" یا "فلاں متہم بالوضع" یا "یسرق الحدیث" یا "ساقط یا متروک" یا "لیس بثقہ" (فلاں شخص پر جھوٹ کی تہمت لگی ہے) یا (وضع حدیث کا

Marfat.com

اس پر الزام ہے) یا (حدیثیں چراتا ہے) یا (اسے نظر انداز کر دیا گیا ہے) یا یہ ثقہ نہیں ہے)۔

ھ) پھر ایسے الفاظ جو اس کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتے ہوں۔ جیسے "کذاب"، "دجال"، "وضاع" یا "یکذب" یا "یضع" (بہت جھوٹا) یا (بہت فریبی) یا (بڑا جعلساز) یا (جھوٹ بکتا ہے) یا جعلسازی کرتا ہے)۔

و) پھر وہ الفاظ جو اس کے جھوٹ کی عادت کی انتہا کو بیان کریں یہ صورت سب سے زیادہ بری ہے جیسا کہ کہا جائے فلان اکذب الناس یا "الیہ المنتہیٰ فی الکذب" یا "ہو رکن الکذب" (فلاں شخص سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے) یا (فلاں کی ذات پر جھوٹ کی انتہا ہوتی ہے) یا (فلاں شخص جھوٹ کا رکن رکین ہے)

- جرح کے اُن مراتب کا حکم

ا) پہلے دو مرتبے والوں کی احادیث ناقابل حجت ہوں گی لیکن ان کی احادیث صرف اعتبار یعنی تحقیق و تفتیش اور چھان پھٹک کے لئے لکھی جائیں گی۔ اگرچہ دوسرے مرتبے والے راوی پہلے مرتبے والے راویوں سے کم درجہ کے ہوں گے۔

ب) لیکن آخری چار مراتب والے راویوں کی احادیث نہ لکھی جائیں گی اور نہ قابل حجت ہوں گی اور نہ ہی ان کا اعتبار کیا جائے گا۔

Marfat.com

باب دوم

۱۔ علوم الحدیث ص ۹۶ مختصراً

۲۔ ایسے راویوں کے ضبط و حفظ کی اس طرح آزمائش کی جائے گی کہ ان کی روایت کو ثقہ راویوں کی روایت پر پرکھا جائے گا اگر موافقت ہوگی تو ان روایات کو بطور استدلال پیش کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جس راوی کے "صدوق" کا لفظ استعمال ہو اس کی روایت کو آزمائش سے پہلے قابل حجت تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے جس کا یہ گمان ہے "صدوق" کی صفت والے راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے وہ غلطی پر ہے۔ کیوں کہ حدیث حسن قابل حجت ہوتی ہے، یہ ائمہ جرح و تعدیل کی اصطلاح ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر نے صدوق کے لفظ سے اپنی کتاب تقریب التہذیب، میں ایک خاص اصطلاح مراد لی ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

تیسرا باب

روایت اس کے آداب، کیفیت ضبط

- فصل اول: روایت ضبط کرنے کی کیفیت اور اس کے تحمل کے طریقے۔
- فصل دوم: روایت کے آداب۔

فصل اول

ضبط روایت کی کیفیت اور اس کے تحمل کے طریقے۔

- بحث اول: حدیث سننے کی کیفیت، اس کا تحمل اور اس کے ضبط کی صورت۔
- بحث دوم: تحمل کے طریقے اور ادائیگی کے الفاظ۔
- بحث سوم: تحریر حدیث، اس کا ضبط اور اس پر تصنیف۔
- بحث چہارم: روایت حدیث کی صورت۔

Marfat.com

بحث اول:

حدیث سننے کی کیفیت، اس کا تحمل اور اس کے ضبط کی صورت۔

۱ - تمہید:

کیفیت سماع حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو شخص شیوخ سے سماع کرنا چاہتا ہے اس میں کن کن شرائط اور موزوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اچھی طرح تیار ہو کر اپنے شیخ سے سنے پھر اس کی روایت کو اپنے علاوہ کسی موزوں آدمی تک پہنچائے مثلاً ایک خاص عمر کے ہونے کی وجوبی یا استحبابی شرط۔

تحمل حدیث سے مراد: شیوخ سے حدیث حاصل کرنے کے طریقوں کا بیان ہے۔

ضبط سے مراد: ایک طالب حدیث اپنے شیخ سے حاصل کردہ حدیث کو ایسے طریقہ سے محفوظ کرے جس کے ذریعے اسے پورے اطمینان کے ساتھ ایسی صورت میں جسے اس نے حاصل کیا تھا دوسرے تک پہنچا سکے۔

اصول حدیث کے علماء نے علوم حدیث کی اس شاخ کی طرف پوری توجہ دی ہے چنانچہ انہوں نے نہایت عرق ریزی اور باریک بینی کے ساتھ اس کے قواعد و شرائط وضع کر کے تحمل حدیث کے طریقوں کے مراتب و امتیازات قائم کر دیئے ہیں۔ ان میں سے بعض مراتب دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہیں۔ اور یہ اہتمام و انصرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اہمیت و عظمت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ تاکہ ایک شخص سے دوسرے تک انتقال حدیث نہایت حفاظت و احتیاط کے ساتھ ہو سکے۔ اور ہر مسلمان کو ان واسطوں پر پورا اطمینان ہو جن سے ہو کر حدیث اس تک پہنچی ہے اور اسے ان کے متعلق یہ یقین ہو جائے کہ واسطے انتہائی محفوظ اور دقیقہ رسی پر مبنی ہیں۔

۲ - کیا تحمل حدیث کے لئے اسلام اور بلوغ شرط ہے؟

صحیح روایت کے مطابق تحمل کے لئے اسلام و بلوغ کی شرط نہیں ہے البتہ دوسروں تک پہنچانے کے لئے ان دونوں باتوں کی شرط ہے[1]۔ جیسا کہ شرائط راوی کی بحث میں پہلے گزر چکا ہے اسی بنا پر ایسے مسلمان بالغ کی روایت لے لی جائے گی جس نے اسلام لانے اور بالغ ہونے سے پہلے کوئی حدیث سنی ہو۔ اور اسلام لانے اور بالغ ہونے کے بعد کسی کو سنائی ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ بالغ ہونے سے قبل وہ سن شعور و تمیز کو ضرور پہنچ چکا ہو۔

Marfat.com

بعض کا خیال یہ بھی ہے کہ تحمل کے لئے بھی بلوغ ضروری شرط ہے۔ لیکن یہ قول درست نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں نے کم عمر صحابہ مثلاً حضرت حسنؓ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت کردہ احادیث کو قبول کر لیا ہے اور یہ فرق روا نہیں رکھا کہ ان میں سے کون سی احادیث بلوغ سے پہلے کی ہیں اور کون سی بعد کی۔

۳ - کس عمر میں سماع حدیث شروع کرنا مستحب ہے؟

ا) ایک رائے یہ ہے کہ سماع حدیث کی ابتداء تیس برس کی عمر میں مستحسن ہے۔ اہل شام کی یہی رائے ہے۔

ب) ایک رائے یہ ہے کہ بیس برس کی عمر میں مستحسن ہے۔ اسی پر اہل کوفہ نے اتفاق کیا ہے۔

ح) ایک رائے یہ بھی ہے کہ بیس برس کی عمر میں سماع حدیث کیا جا سکتا ہے۔ اہل بصرہ کی رائے یہی ہے۔

د) بعد کے ادوار میں درست بات یہ ہوئی کہ سماع حدیث کی ابتداء سماع کے قابل ہوتے ہی جلد کر دی جاتی اس لئے تمام احادیث ضبط تحریر میں آ چکی تھیں۔

۴ - کیا نابالغ کے سماع کے لئے عمر کا کوئی تعین ہے؟

ا) بعض علماء نے نابالغ کے سماع کے لئے عمر کی حد کم از کم پانچ برس مقرر کی ہے۔ اور اسی پر اصحاب حدیث کا تعامل ہے۔

ب) بعض کے خیال کے مطابق درست بات یہ ہے کہ شعور و تمیز کا لحاظ رکھا جائے، اگر اس میں صلاحیت ہے کہ جب اسے مخاطب کیا جائے تو بات سمجھ سکے اور اس کا جواب بھی دے سکے تو اسی صورت میں اسے صاحب شعور تسلیم کر لیا جائے گا۔ اور اس کا سماع درست قرار دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

بحث دوم

تحمل حدیث کے طریقے اور ادائے حدیث کے الفاظ۔

تحمل حدیث کے آٹھ طریقے ہیں،

۱ - شیخ کے الفاظ میں سماع

۲ - شیخ کے سامنے قرات

۳۔ اجازت
۴۔ مناولت
۵۔ کتابت
۶۔ اعلام
۷۔ وصیت
۸۔ وجادۃ

ذیل میں ان میں سے ہر طریقے کی بالترتیب مختصر وضاحت کی جائے گی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ادائے حدیث کے الفاظ بھی بالاختصار بیان کئے جائیں گے

۱ - شیخ کے الفاظ میں سماع:

ا) اس کی صورت یہ ہوگی کہ شیخ پڑھتا جائے اور شاگرد سنتا چلا جائے شیخ خواہ زبانی پڑھتا جائے یا کتاب دیکھ کر سنائے طالب علم بھی سن سن کر لکھتا جائے یا صرف سنتا ہی چلا جائے اور کچھ نہ لکھے۔

ب) سماع کا درجہ: جمہور کے نزدیک تحمل کے طریقوں میں سے سماع سب سے بہتر طریقہ ہے۔

ج) الفاظ اداء:

۱۔ طرق تحمل کی ہر قسم کے لئے علیحدہ علیحدہ الفاظ کی تخصیص کے رواج سے قبل الفاظ شیخ کے سامنے سامع کے لئے جائز تھا کہ وہ ان الفاظ کو اداء کرتے وقت کہے سمعت (میں نے سنا) یا حدثنی (مجھ سے شیخ نے بیان کیا) یا اخبرنی یا انبانی (مجھ کو خبر دی) یا قال لی (مجھ سے کیا) یا ذکر لی (مجھ سے ذکر کیا)۔

۲ - لیکن طرق تحمل میں سے ہر قسم کے لئے علیحدہ علیحدہ الفاظ کی تخصیص کے رواج کے بعد اداء کے لئے حسب ذیل الفاظ قرار پائے۔

سماع کے لئے: سمعت: یا حدثنی (میں نے سنا) یا (مجھ سے بیان کیا)۔
قراءت کے لئے: اخبرنی (مجھے کو خبر دی)۔
اجازت کے لئے: انبانی (مجھے خبر سنائی)
مذاکرہ سننے کے لئے: قال لی (مجھ سے کیا) یا ذکر لی (مجھ سے ذکر کیا)۔

Marfat.com

۲ - شیخ کے سامنے قراءت.

اس طریقے کو اکثر محدثین ,عرض، کا نام دیتے ہیں۔

ا) اس کی صورت: اس کی صورت یہ ہے کہ طالب علم پڑھتا جائے اور شیخ سنتا چلا جائے خواہ طالب علم قراءت کرے یا کوئی دوسرا شخص اور یہ سنتا رہے۔ اور خواہ قراءت اپنی یاد کی بنا پر یا اس کی کتاب دیکھ کر۔ اور خواہ قراءت کرنے والے طالب علم کی قراءت زبانی سنتا رہے یا اپنی کتاب خود کھول کر سنے یا کوئی اور قابل اعتماد شخص کتاب کھول رکھے۔

ب) شیخ کے سامنے قراءت کی روایت کا حکم: قرأۃ علی الشیخ کے طریق پر جو روایت ہو گی جملہ مذکورہ صورتوں میں بالاتفاق روایت ہو گی، البتہ بعض متشددین کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔

ح) ایسی روایت کا درجہ: اس روایت کے درجے کے بارے میں قول ہیں۔

۱ - یہ سماع کے مساوی ہے: امام مالک اور امام بخاری اور اکثر علماء حجاز اور کوفہ سے یہی مروی ہے۔

۲ - یہ سماع سے درجہ میں کچھ کم ہے: جمہور اہل مشرق سے یہی مروی ہے اور یہی صحیح ہے۔

۳ - اس کا درجہ سماع سے اعلیٰ ہے: امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ذئب سے یہی مروی ہے امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

د) اداء حدیث کے الفاظ:

۱ - سب سے زیادہ محتاط الفاظ: "قراءت علی فلاں" (فلاں کے سامنے میں نے پڑھا) یا "قرء علیہ وانا اسمع فاقربہ" (شیخ کے سامنے پڑھا گیا اور میں سن رہا تھا پھر شیخ نے اس کی توثیق کر دی)۔

۲ - ایسے الفاظ جن کا اطلاق جائز ہے: اس کی صورت یہ ہے کہ سماع پر عدالت کرنے والا قراءت کے لفظ کے ساتھ مقید کر دیا جائے مثلاً "حدثنا قرأۃ علیہ (شیخ نے ہم سے اس صورت میں حدیث بیان کی کہ یہ حدیث اس کے سامنے پڑھی گئی)۔

۳ - ایک اور مشہور لفظ جس پر بیشتر محدثین کا عمل ہے: اور وہ لفظ ہے "اخبرنا" (شیخ نے ہمیں خبر دی)۔ اور اس کے سوا اور کسی لفظ کا اطلاق نہ ہو۔

Marfat.com

۳ - الاجازۃ (اجازت دینا) :

ا) اس کی تعریف: زبانی یا تحریری طور پر روایت کی اجازت دینا۔

ب) اس کی صورت: اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے کسی تلمیذ سے کہے کہ "اجزت لک ان تروی عنی صحیح البخاری" (میں نے تمہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم میری طرف سے صحیح بخاری کی روایت کرو)۔

ح) اجازت کی قسمیں: اجازت کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے صرف پانچ کا ذکر آپ کے سامنے کیا جائے گا۔

۱ - یہ کہ شیخ معین شخص کو معین احادیث کی روایت کی اجازت دے۔ مثلاً شیخ یہ کہے "اجزتک صحیح البخاری" (میں نے تم کو صحیح بخاری روایت کرنے کی اجازت دے دی) یہ قسم اجازت کی اقسام ہیں جو مناولت سے خالی ہوں سب سے اعلیٰ ہے (مناولت کی تعریف و تشریح آگے آرہی ہے۔)

۲ - یہ کہ اجازت تو معین شخص کو دی جائے لیکن جن احادیث کی اجازت دی جائے وہ غیر معین ہوں۔ مثلاً شیخ یوں کہے "اجزتک روایہ مسموعاتی (میں نے تم کو مسموعات کی روایت کی اجازت دے دی)۔

۳ - غیر معین اشخاص کو غیر معین احادیث کی روایت کی اجازت مثلاً شیخ یہ کہے "اجزت اصل زمانی روایہ مسموعاتی" (میں نے اپنے ہم زمانہ لوگوں کو اپنی مسموعات روایت کرنے کی اجازت دے دی)۔

۴ - نامعلوم احادیث کی نامعلوم شخص کو روایت کی اجازت مثلاً شیخ یوں کہے: "اجزتک کتاب السنن" (میں نے تم کو کتاب السنن کی اجازت دے دی) جب کہ شیخ سنن کی کئی کتابوں کی روایت کرتا ہو۔ یا یہ کہے "اجزت محمد بن خالد الدمشقی" (میں نے محمد بن خالد دمشقی کو اجازت دے دی) جب کہ اس نام کے متعدد افراد ہوں)

۵ - ایسے شخص کو روایت کی اجازت جس کا ابھی وجود نہ ہو۔ یعنی معدوم ہو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے یعنی معدوم کو روایت کی اجازت کسی موجود کو ملنے والی اجازت کے ضمن میں دے دی جائے مثلاً یوں کہے "اجزت لفلان ولمن یولد لہ" (میں نے فلاں کو اور اس کے ہاں آئندہ پیدا ہونے والی اولاد کو اجازت دے دی) یا اسے یہ اجازت ضمناً نہیں بلکہ اصلاً دے دی

Marfat.com

جائے مثلاً یوں کہے "اجزت لمن یولد لفلان" (میں نے فلاں کی جو اولاد ہوگی اس کو اجازت دے دی)۔

د) "اجازت" کا حکم نامہ:

اس کی پہلی قسم کے متعلق صحیح رائے جس سے جمہور علماء کو اتفاق ہے اور جس پر ان کا عمل یہ ہے کہ اس کی روایت اور اس پر عمل دونوں جائز ہیں۔ البتہ علماء کی بعض جماعتوں نے اسے باطل قرار دیا ہے۔ امام شافعی سے ایک روایت بھی یہی ہے۔

باقی اقسام اجازت کے جواز میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ بہر حال حدیث کے تحمل و روایت کا یہ طریقہ (طریقہ اجازت) بڑا ہی کمزور ہے۔ اس میں ہر گز تساہل برتنا نہیں چاہئے۔

ھ) طریقہ اجازت میں ادائے حدیث کے الفاظ:

۱- سب سے بہتر الفاظ: "اجازلی فلان" (مجھے فلاں شیخ نے اجازت دے دی)۔

۲- جواز کے الفاظ: سماع یا قراءت پر دلالت کرنے والے الفاظ کو اجازت کے لفظ کے ساتھ مقید کر دیا جائے مثلاً یوں کہے "حدثنا اجازۃ" یا "اخبرنا اجازۃ" (شیخ نے ہمیں طریقہ اجازت کی صورت میں حدیث بیان کی) یا (ہمیں طریقہ اجازت کی صورت میں خبر دی)۔

۳- متاخرین کی اصلاح: لفظ "انبانا" (ہمیں خبر دی) جس کو کتاب الوجازۃ" کے مصنف نے اختیار کیا ہے[۴]

۴- المناولہ (حوالے کر دینا):

ا) اقسام: مناولت کی دو انواع ہیں:

۱- مناولت مع اجازت: اجازت کی سب سے اونچی قسم یہی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے تلمیذ کو اپنی کتاب ہی دے دے اور اس سے کہہ دے کہ "فلاں شیخ سے یہ میری روایت ہے اب تم مجھ سے اس کو روایت کرتے رہو" پھر شیخ اپنی یہ کتاب اس شاگرد کی ملکیت میں رہنے دے یا اسے اس کی نقل حاصل کرنے کے لئے عاریۃً دے دے۔

۲- مناولت بغیر اجازت: اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنی کتاب شاگرد کو دے دے کہ "ہذا سماعی" (یہ ہے میرا سماع) یعنی اس کتاب میں جس قدر روایتیں ہیں وہ اس نے اپنے شیخ سے سنی ہیں۔

Marfat.com

ب) مناولت کی صورت میں روایت کا حکم:

۱ - جو مناولت مع اجازت ہو اس کی آگے روایت درست ہے اس کا درجہ شیخ کے سامنے پڑھ کر سنانے اور سننے سے کم تر ہے۔

۲ - لیکن جو مناولت مع اجازت نہ ہو اس کے متعلق یہ قول ہے کہ اس کی آگے روایت درست نہیں ہے۔

ح) الفاظ اداء:

۱ - الاحسن (سب سے بہتر) یہ کہ شاگرد کہے "ناولنی" یا "ناولنی واجازلی" (شیخ نے یہ میرے حوالے کی) یا (شیخ نے یہ میرے حوالے کر کے مجھے اس کی اجازت دی) یہ دوسرا فقرہ شاگرد اس وقت کہے گا جب اسے "مناولت" کے ساتھ اجازت بھی حاصل ہو۔

۲ - جواز کے الفاظ. سماع یا قراءت پر دلالت کرنے والے الفاظ بشرطیکہ یہ الفاظ "حدثنا۔ مناولۃ" یا "اخبرنا مناولۃ و اجازۃ" کے ساتھ مقید ہوں یعنی (شیخ نے ہم سے مناولت کی صورت میں حدیث بیان کی) یا (شیخ نے ہمیں مناولت مع اجازت کی صورت میں خبر دی)۔

۵ - کتابت (لکھ لینا):

ا) اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنی سنی ہوئی روایت کو خود ہی لکھ کر یا اپنے حکم سے لکھوا کر موجودہ شاگردوں کو دے دے یا غیر موجود شاگردوں کو بھیج دے۔

ب) اس کی اقسام: اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱ - کتابت مع اجازت. مثلاً یہ کہہ دے "اجزتک ما کتابت لک اوالیک ونحو ذلک" (میں نے جو کچھ لکھ کر تمہیں دیا ہے یا تمہاری طرف بھیجا ہے اس کو روایت کرنے کی تم کو اجازت ہے)

۲ - کتابت بغیر اجازت. مثلاً شیخ اپنے شاگرد کو جو کچھ احادیث لکھ کر اسے بھیج دے لیکن روایت کرنے کی اجازت نہ دے۔

ح) تحریری شکل میں دی ہوئی احادیث کی روایت کا حکم:

۱ - کتابت میں اجازت کا حکم یہ ہے کہ ان کو روایت کرنا درست ہے۔ اور یہ صورت اپنی صحت و قوت میں مناولت مع اجازت کے برابر ہیں۔

Marfat.com

۲ - کتابت بغیر اجازت کا حکم: یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے ایسی احادیث کو روایت کرنے سے منع کیا ہے۔ اور کچھ نے روایت کرنے کی اجازت بھی دی ہے اصحاب حدیث کی نظر میں روایت کا جواز زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اس سے اجازت کا مفہوم خود بخود نکلتا ہے۔

د) کیا تحریر کی تصدیق کے لئے گواہی کی شرط ضروری ہے؟

۱ - بعض نے تحریر کے لئے گواہی کی شرط کو ضروری قرار دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ ایک تحریر دوسری کے مشابہ ہوتی ہے اس لئے اس بات کے تعین کے لئے کہ یہ مکتوب کس کا ہے گواہی ضروری ہے لیکن یہ قول ضعیف قول ہے۔

۲ - بعض دیگر حضرات کے قول کے مطابق صرف اتنا کافی ہے کہ مکتوب الیہ کاتب کی تحریر پہچانتا ہو۔ کیونکہ عموماً ایک انسان کی تحریر دوسرے انسان سے مختلف ہوتی ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

ھ) الفاظ اداء:

۱ - لفظ کتابت کی تشریح: جیسا کہ کوئی کہے "کتب الی فلان" (میری طرف سے فلاں نے لکھا تھا)۔

۲ - یا سماع اور قراءت پر دلالت کرنے والے الفاظ جو کتابت کے لفظ کے ساتھ مقید ہوں مثلاً کوئی یہ کہے "حدثنی فلان کتابتہ" (مجھ سے فلاں نے تحریری شکل میں بیان کیا) یا "اخبرنی کتابتہ" (مجھے تحریری صورت میں خبر دی)۔

۶ - الاعلام (مطلع کرنا):

ا) اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے تلمیذ کو مطلع کرے کہ یہ حدیث یا یہ کتاب میں نے اپنے شیخ سے سنی ہے۔

ب) اس کی روایت کا حکم: اعلام کی صورت میں حاصل شدہ احادیث کی آگے روایت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

۱ - روایت کا جواز: بہت سے اصحاب حدیث، فقہ اور اصول ایسی روایت کے جواز کے قائل ہیں۔

۲ - عدم جواز: بہت سے محدثین اور فقہا عدم جواز کے قائل ہیں۔ اور بظاہر یہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ شیخ جانتا ہے کہ یہ حدیث اس

Marfat.com

کی روایت ہے لیکن کسی خاص نقص کے باعث وہ مناسب نہیں سمجھتا کہ اس کی روایت آگے جائے۔ البتہ اگر وہ خود روایت کی اجازت دے دے تو اس صورت میں روایت آگے درست ہو جائے گی۔

ح) الفاظ اداء:

راوی اس روایت کو آگے پہنچاتے وقت یہ کہے گا "اعلمنی شیخی بکذا": (میرے شیخ نے مجھے یہ حدیث اس طرح بتائی ہے)۔

۷ - وصیت: (وصیت کرنا):

ا) اس کی صورت یہ ہے شیخ اپنی وفات یا سفر کے وقت اپنے تلمیذ سے اپنی روایت کردہ کتاب کے بارے میں وصیت کر دے۔

ب) وصیت کی شکل میں حاصل شدہ احادیث کی روایت کا حکم:

۱ - جواز: بعض سلف کے ہاں جائز ہے مگر یہ غلط ہے، اس لئے کہ اس نے اس کتاب کی وصیت کی ہے روایت کی وصیت نہیں کی۔

۲ - عدم جواز: فی الحقیقت یہی بات درست ہے۔

ح) الفاظ اداء:

راوی کہتے ہیں "اوصی الی فلان بکذا" (فلاں نے مجھے یہ وصیت کی) یا "حدثنی فلان وصیتہ" (فلاں شخص نے مجھ سے وصیت کی صورت میں یہ حدیث بیان کی)

۸ - الوِجادۃ (پالینا):

ا) واو کے کسرہ کے ساتھ وجد کا مصدر ہے یہ مصدر مولد ہے یعنی عربی زبان کے قواعد سے ہٹ کر بن گیا ہے اور عرب لوگوں سے سننے میں نہیں آیا۔

ب) اس کی صورت: صورت اس کی یوں ہے کہ طالب حدیث کو کسی شیخ کے قلم سے لکھی ہوئی احادیث مل جائیں جنہیں شیخ روایت کرتا ہو۔ طالب حدیث کو یہ بات معلوم ہو مگر اس نے شیخ سے نہ سماع کیا ہو نہ اجازت حاصل کی ہو۔

ج) اس کی روایت کا حکم: یہ منقطع کے حکم میں ہے۔ اگرچہ اس میں ایک پہلو اتصال کا بھی ہے۔

د) الفاظ اداء: ایسی روایت کو پانے والا آگے روایت کرتے وقت یہ کہے "وجدت بخط فلاں" (میں نے یہ حدیث فلاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر کی صورت میں پائی

Marfat.com

ہے) یایوں کہے "قراءت بخط فلان کذا" (میں نے فلاں کی تحریر میں یہ پڑھا ہے) یہ کہہ کر اسناد اور متن حدیث بیان کرے۔

بحث سوم

حدیث کا لکھنا، محفوظ رکھنا اور اس پر تصنیف کرنا[۵]

۱ - کتابت حدیث کا حکم:

صحابہ اور تابعین کے دور سے ہی کتابت حدیث کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

ا) بعض نے کتابت حدیث کو ناپسند کیا ہے جن میں ابن عمر، ابن مسعود اور زید بن ثابت وغیرہ ہیں۔

ب) بعض نے کتابت حدیث کو مباح قرار دیا ہے جن میں عبداللہ بن عمرو، انس اور عمر بن عبدالعزیز اور دیگر اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اجمعین ہیں۔

ح) پھر سب نے جواز کتابت پر اجماع کر لیا اور اختلاف ختم ہو گیا اگر احادیث کو کتابوں میں جمع نہ کر لیا جاتا تو بعد کے ادوار میں اور بالخصوص ہمارے زمانے میں یہ حدیثیں ضائع ہو جاتیں۔

۲ - حکم کتابت میں اختلاف کا سبب:

حکم کتابت میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ لکھنے کی اجازت اور ممانعت کے بارے میں متعارض احادیث وارد ہوئی ہیں:۔

ا) ان میں نہی کی حدیث ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاتکتبوا عنی شیئاالاالقرآن ومن کتب عنی شیئاغیر القرآن فلیمحہ" (مجھ سے قرآن کے سوا کوئی چیز نہ لکھو اور جس نے قرآن کے سوا مجھ سے کچھ لکھا ہے اسے مٹا دے۔)

ب) اس طرح اباحت کتابت کے لئے حدیث موجود ہے جس کی تخریج امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے کی ہے الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ علیہ وسلم قال: "اکتبوالابی شاہ" (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ابو شاہ کے لئے لکھ دو) اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث کتابت احادیث کی اباحت معلوم ہوتی ہیں۔ انہیں میں وہ حدیث بھی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو کو کتابت کی اجازت دی تھی۔

Marfat.com

۳ - اباحت اور نہی کی احادیث کے درمیان تطبیق:

علماء کرام نے کتابت کی نہی اور اباحت کے درمیان متعدد طریقوں سے تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

ا) بعض نے کہا ہے کہ لکھنے کی اجازت اسے ہے جس پر نسیان کا غلبہ ہو۔ اور حدیث بھول جانے کا اندیشہ ہو۔ اور نہی اس کے لئے ہے جس کو نسیان کا اندیشہ نہ ہو بلکہ یہ اندیشہ ہو کہ اگر وہ لکھ لے تو یاد رکھنے سے گریز کرے ۔ اور تحریر کا ہی سہارا لے لے

ب) بعض نے کہا ہے کہ حدیث لکھنے کی ممانعت اس وقت آئی جب اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں یہ جہاں قرآنی آیات لکھنے سے کے ساتھ گڈمڈ نہ ہو جائیں پھر جب یہ اندیشہ جاتا رہا تو لکھنے کی اجازت دے دی گئی اور اس بنا پر کتابت سے ممانعت کی حدیث منسوخ ہو گئی۔

۴ - کاتب حدیث پر کیا ذمہ داری عاید ہوتی ہے؟

کاتب حدیث کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ حدیث کے الفاظ کی شکلوں اور نقطوں کو اس طریقے سے ضبط تحریر میں لانے کی طرف مبذول کر دے جس سے التباس کی کوئی گنجائش نہ باقی رہے

پیچیدہ الفاظ خاص طور پر اعلام یعنی شخصی ناموں کی حرکات (زیر، زبر، پیش) کی صراحت کرے اس لئے کہ شخصی ناموں کا اندازہ نہ ماقبل کی عبارت سے لگایا جا سکتا ہے اور نہ ہی مابعد کی عبارت سے۔ اس کا رسم الخط معروف قواعد کے مطابق واضح ہونا چاہئے نیز وہ اپنی طرف سے اس سلسلے میں کوئی ایسی اصطلاح تو مقرر نہ کر لے جس کے اشارے کو لوگ نہ سمجھ سکیں کیونکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو وہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھے اور اس کے بار بار تکرار سے نہ اکتائے اور اس کی پابندی نہ کرے کہ اگر اصل میں نہیں ہے تو وہ بھی نہ لکھے بلکہ اس کمی کو پورا کر دے جیسا کہ اسم ذات کے ساتھ عزوجل اور تعالیٰ وغیرہ کے الفاظ ہیں اسی طرح صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ اور علماء کے لئے رحمتہ اللہ کے کلمات کا ذکر بھی ضرور کرے صرف درود یا صرف سلام پر اقتصار کر لینا درست بات نہیں ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نام کے ساتھ صرف "ص" یا "صلعم" کے اشارے لکھنا مکروہ ہے بلکہ ہر بار نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل طور پر لکھ دینا چاہئے۔

Marfat.com

۵ــــــ مقابلہ اور اس کی کیفیت :

کاتب حدیث پر لازم ہے کہ کتابت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے مسودہ کا اپنے شیخ کے اصل نسخے سے مقابلہ کر کے یہ اطمینان کر لے کہ نقل مطابق اصل ہے، اگرچہ اسے شیخ سے یہ اصل بطریق اجازت کیوں نہ حاصل ہوئی ہو، اور مقابلہ کا طریقہ یہ ہے، کہ سننے سنانے کے دوران طالب حدیث اور اس کا شیخ اپنے اپنے مکتوبات اپنے اپنے ہاتھ میں رکھیں اور تحریر ملاتے جائیں، یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ کوئی دوسرا قابل اعتماد شخص قرآت حدیث کے دوران یا اس کے بعد جس وقت ممکن ہو شیخ کی کتاب لے کر طالب علم کے مسودے سے اس کا مقابلہ کرے۔

۶ــــــ الفاظ اداء کی کتابت کی اصطلاحات :

اکثر کاتبین حدیث کا یہ معمول ہے کہ وہ الفاظ اداء کی تحریر کے لئے اشارات استعمال کرتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

ا) حدثنا. کی بجائے "ثنا" یا "نا"

ب) اخبرنا. کی بجائے "انا" یا "ارنا"

ج) ایک اسناد سے دوسری اسناد کی طرف پلٹنے کے لئے "ح" سے اشارہ کرتے ہیں،

د) یہ بھی معمول ہے کہ سند میں مذکور تمام راویوں کے درمیان لفظ "قال" اختصار کی خاطر حذف کر دیا جاتا ہے، لیکن قاری کے لئے صحیح صورت یہی ہے کہ پڑھتے وقت کلمہ "قال" کو زبان سے ضرور ادا کر دے، مثلاً طالب حدیث پڑھتا ہے "حدثنا عبداللہ بن یوسف اخبرنا مالک" عبداللہ بن یوسف نے ہم سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں مالک نے خبر دی" پڑھتے وقت اخبرنا مالک سے پہلے "قال" کا لفظ لگا کر "قال اخبرنا مالک" کہنا چاہئے، اس طرح اختصار کی خاطر اسناد کے آخر میں لفظ "انہ" بھی حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً یوں کہا جاتا ہے، عن ابی ھریرۃ قال. (حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں) مگر قاری کے لئے موزوں بات یہی ہے کہ "انہ قال" پڑھے اس لئے کہ اعراب کے لحاظ سے کلام کی تصحیح کی خاطر پڑھنا ضروری ہے۔

۷ــــــ طلب حدیث میں سفر:

ہمارے سلف صالحین نے علم حدیث کی طرف بھرپور توجہ دی اور بے مثال بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا انہوں نے احادیث کے جمع و ضبط میں اس قدر اہتمام کیا، اتنی محنت صرف کی اور اتنا وقت لگایا کہ عقل مشکل ہی سے اس کی تصدیق پر آمادہ ہوتی ہے، ایک طالب علم جب اپنے شہر کے شیوخ سے احادیث

Marfat.com

حاصل کر کے فارغ ہو جاتا تو قریب و بعید کے دوسرے شہروں کی طرف سفر شروع کر دیتا، تاکہ ان شہروں کے محدثین سے احادیث حاصل کر سکے، وہ سفر کی تمام صعوبتیں اور زندگی کی تلخیاں خندہ پیشانی سے برداشت کرتا، خطیب بغدادی نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جس کا نام "الرحلۃ فی طلب الحدیث" رکھا ہے یعنی طلب حدیث میں سفر، اس میں حضرات صحابہ، تابعین اور ان سے بعد کے طالبین حدیث کے سفر کے واقعات کو جمع کیا ہے، جس کو سن کر اور مطالعہ کر کے اہل علم کو بہت خوشی ہوتی ہے، جو شخص ان دلچسپ واقعات کو جاننا چاہے، اسے ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کتاب کا مطالعہ طالبین علم حدیث میں جوش و جذبے کی ایک لہر پیدا کر دیتا، ان کی ہمتیں بڑھا دیتا اور ان کے عزائم کو اور بلندی عطا کرتا ہے۔

۸۔۔۔ علم حدیث میں تصانیف کی قسمیں:

ہر وہ شخص جو حدیث کے موضوع پر کسی بھی پہلو سے تصنیف کی قدرت رکھتا ہے، اس پر لازم ہے، کہ تصنیف کا سلسلہ شروع کر دے، تاکہ متفرق احادیث یکجا ہو سکیں، مشکلات کی توضیح ہو جائے، غیر مرتب مضامین کو مرتب شکل دی جا سکے اور جن موضوعات کی فہرست موجود نہیں ان کی فہرست تیار کر لی جائے۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہو گا، کہ اہل مطالعہ کی تحقیق کے لئے کم سے کم وقت میں احادیث کی بڑی بڑی ضخیم کتب سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے گا، علم حدیث کے موضوع پر لکھی گئی کسی کتاب کو شائع کرنے سے اس وقت تک گریز کرنا چاہئے، جب تک کتاب کی ترتیب و تہذیب بہت بہتر نہ ہو جائے، اور اس کام کے لئے کتاب بھی ایسی منتخب کرنی چاہئے جس سے نفع اور فائدے کی بہت زیادہ توقع ہو، علماء نے علم حدیث کے موضوع پر متنوع قسم کی کتابیں لکھی ہیں۔ ذیل میں ان کی مشہور اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

ا) الجوامع: الجوامع ہر وہ کتاب ہے جس میں مولف عقائد، عبادات، معاملات، سیرت و مناقب، پند و موعظمت، "فتن" اور احوال قیامت کے متعلق احادیث جمع کر دے جیسے امام بخاری کی "الجامع الصحیح"۔

ب) المسانید: مسند ہر وہ کتاب ہے کہ جس میں ہر صحابی کی مرویات کو موضوع اور عنوان کا لحاظ رکھے بغیر جمع کیا جائے، جیسے "مسند امام احمد بن حنبل"۔

ج) السنن: سنن سے مراد ایسی کتابیں ہیں جنہیں فقہی ابواب پر مرتب کیا گیا ہو، تاکہ احکام شریعت کے استنباط کے لئے فقہاء ان سے استفادہ کر سکیں، یہ کتابیں الجوامع سے اس لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، کہ ان میں عقائد، سیرت اور مناقب وغیرہ کے ابواب نہیں ہوتے، بلکہ ان کے مباحث صرف فقہی ابواب اور احادیث احکام تک محدود رہتے ہیں، جیسے "سنن ابی داؤد"۔

Marfat.com

د) المعاجم: معجم ہر وہ کتاب ہے جس میں اس کے مولف نے اپنے شیوخ کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے مطابق احادیث جمع کی ہوں، جیسے طبرانی کی "المعاجم الثلاثہ" (معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر)۔

ھ) العلل: "کتب العلل" ایسی کتابوں کو کہا جاتا ہے جو معلول احادیث اور ان کی علل کے بیان پر مشتمل ہوں، جیسے ابن ابی حاتم کی "العلل" اور امام دارقطنی کی "کتاب العلل"۔

و) الاجزاء: الجزء ہر وہ چھوٹی سی کتاب ہے جس میں کسی ایک راوی کی مرویات یکجا کر دی گئی ہوں یا اس میں ایک موضوع سے متعلق تمام احادیث جمع کر دی گئی ہوں، جیسے امام بخاری کی "جزء رفع الیدین فی الصلاۃ"۔

ز) الاطراف: اطراف سے مراد ہر ایسی کتاب ہے، جس میں مصنف نے ہر حدیث کا ایک ایک ایسا طرف یعنی حصہ جمع کر دیا گیا ہو، جس پر غور کرنے سے باقیماندہ حدیث کا مضمون سمجھ میں آ سکتا ہو، اس کے بعد ہر متن حدیث کی اسناد کا مکمل یا بعض کتابوں کے حوالے سے ذکر ہو جیسے المری کی "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف"۔

ح) المستدرکات: المستدرک ہر اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں مولف نے کسی دوسری کتاب پر استدراک کر کے اسی کی شرائط پر پوری اترنے والی ایسی حدیث کو جمع کیا ہو جو اس کتاب میں جمع ہونے سے رہ گئی ہوں جیسے ابو عبداللہ حاکم کی "المستدرک علی الصحیحین"۔

ط) المستخرجات: المستخرج ہر وہ کتاب ہے جس میں مولف نے کسی دوسرے مولف کی کتاب کی احادیث کی تخریج کی ہو، اور یہ تخریج مولف اول کی تخریج سے علاوہ ہو، البتہ یہ ممکن ہے، کہ کسی ایک کے شیخ پر یا اوپر کسی راوی پر دونوں کا اجتماع بھی ہو جائے، جیسے ابو نعیم اصفہانی کی "المستخرج علی الصحیحین"۔

Marfat.com

بحث چہارم

روایت حدیث کی صفت[۶]

۱ - اس نام سے مراد:

اس عنوان سے مراد اس کیفیت و آداب کا بیان ہے جن کے ساتھ متصف ہو کر روایت بیان کی جاتی ہے، گذشتہ مباحث میں اس عنوان سے متعلق کچھ چیزیں بیان ہو گئی ہیں، جو باقی رہ گئی تھیں وہ اس بحث میں بیان ہو جائیں گی۔

۲ - اگر راوی کو روایت یاد نہ ہو تو کیا اپنی کتاب سے اس کی یہ روایت جائز ہو گی؟

یہ ایسا معاملہ ہے، جس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے افراط کی حد تک اس میں شدت اختیار کی ہے۔ اور بعض نے ایسا نرم رویہ اختیار کیا کہ جس میں تفریط ہو گئی اور بعض کا رویہ توسط و اعتدال کا ہے۔

ا) متشدّدین نے یہ کہا ہے، کہ جب تک راوی اپنے حفظ سے روایت نہ کرے، اس کی روایت حجت نہیں ہو سکتی، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ابو بکر صیدلانی شافعی سے یہی قول منقول ہے۔

ب) سہولت پسند نرم رویہ رکھنے والے، ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے اصل نسخوں سے تقابل کئے بغیر صرف نقول سے روایات لے لی ہیں، مثلاً ابن لھیعہ وغیرہ،

ح) اعتدال وتوسط پسند: زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے، ان کی رائے ہے کہ اگر راوی نے روایت کے تحمل اور اصل نسخوں سے تقابل کی شرطیں پوری کر لی ہیں تو کتاب سے روایت جائز ہو گی، اگرچہ کتاب اس کے پاس سے غائب ہو گئی ہو، بشرطیکہ اس کا غالب خیال یہ ہو، کہ کتاب تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، خاص طور پر اگر وہ شخص ایسا ہو جس کی نظروں سے تغیر و تبدل پوشیدہ نہ رہ سکتا ہو۔

۳ - ایسے نابینا کی روایت کا حکم جسے سنی ہوئی روایات یاد نہ ہوں

کسی ایسے نابینا نے جو سن کر یاد نہ رکھتا ہو کسی قابل اعتماد شخص کی مدد سے اپنی سنی ہوئی حدیثیں لکھوالی ہوں، انہیں محفوظ کر لیا ہو اور کتاب کی بھی پوری نگہداشت کی ہو، اور پڑھنے والے نے اسے پوری احتیاط سے پڑھ کر سنایا ہو، کہ اس کا غالب یہ ہو کہ یہ احادیث تغیر و تبدل سے بچی ہوئی ہیں تو ایسی صورت میں اکثر کے نزدیک اس کی روایت درست ہو گی اور اس کی حیثیت اس ان پڑھ نابینا کی طرح ہو گی جو حافظہ نہیں رکھتا،

Marfat.com

۴ - حدیث کی روایت بالمعنی اور اس کی شرائط:

حدیث کی روایت بالمعنی میں بھی سلف کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض نے اس سے منع کیا ہے اور بعض نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

ا) حدیث، فقہ اور اصول والوں کے ایک گروہ نے روایت بالمعنی کو ممنوع قرار دیا ہے، اس گروہ میں امام ابن سیرین اور ابو بکر رازی وغیرہ شامل ہیں۔

ب) جمہور محدثین اور اصحاب فقہ و اصول کے ایک بڑے گروہ نے روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے، اس گروہ میں چاروں ائمہ فقہ، بھی شامل ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ راوی کو اداء معنی میں یقین قطعی ہو پھر جن لوگوں نے روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے اس کے لئے چند شرائط بھی مقرر کی ہیں۔

۱ - راوی الفاظ اور مقاصد الفاظ کا عالم ہو۔

۲ - وہ اس بات سے اچھی طرح باخبر ہو کہ ان معانی کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔

یہ سب معاملہ "مصنفات" کے علاوہ دوسری کتابوں کا ہے، لیکن جہاں تک تصنیف شدہ کتب کا تعلق ہے، ان سے روایت بالمعنی کسی طرح جائز نہیں، اور نہ ہی ان کے الفاظ بدلے جاسکتے ہیں، خواہ یہ الفاظ اصل الفاظ کے ہم معنی کیوں نہ ہوں اس لئے کہ روایت بالمعنی کا جواز ایک ضرورت پر مبنی ، کیونکہ بعض دفعہ راوی کے ذہن سے ایک آدھ لفظ غائب ہو جاتا، جس کی بناء پر اس کے ہم معنی لفظ سے روایت کر دی جاتی، لیکن جب احادیث کتابوں میں لکھی ہوئی مل جائیں تو پھر روایت بالمعنی کی ضرورت نہیں رہتی۔

روایت بالمعنی کرنے والے کے لئے مناسب بات یہ ہے، کہ حدیث روایت کرنے کے بعد یہ کہہ دیا کرے، "اوکما قال" یا "اونحوہ" یا "اوشبہہ" (یا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) یا (اسی جیسا) یا (یا اس سے ملتا جلتا)۔

۵ - حدیث پڑھنے میں غلطی کرنا اور اس کا سبب:

لحن فی الحدیث کا مطلب حدیث کی قرات میں غلطی کرنا ہے، اس کے کئی اسباب ہیں،

ا) لیکن سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ نحو و لغت کا علم نہ ہو، اس لئے طالب حدیث کے لئے ضروری ہے، کہ نحو و لغت کو اچھی طرح سیکھ لے، تاکہ الفاظ اور ان کے اعراب کی غلطی سے محفوظ رہے، خطیب نے حماد بن مسلمہ سے روایت کر کے کہا ہے، کہ "اس شخص کی مثال جو طالب حدیث ہے، اور نحو و لغت نہیں جانتا، اس گدھے کی طرح ہے جس کے منہ پر توبرہ چڑھا ہو لیکن اس میں جو یا چارہ نہ ہو"[۱]

Marfat.com

ب) کتب و صحائف سے احادیث لینا اور شیوخ سے نہ لینا۔

پہلے گزر چکا ہے، کہ حدیث کے حاصل کرنے اور شیوخ سے اس کے تحمل کے متعدد طریقے ہیں، جن میں سے بعض زیادہ قوی ہیں، سب سے زیادہ قوی طریقہ یہ ہے، کہ شیخ کی زبان سے الفاظ حدیث بلاواسطہ سنے جائیں، یا شیخ کو پڑھ کر سنا دیئے جائیں، حدیث کا اشتغال رکھنے والے شخص کے لئے ضروری ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث، اہل علم و تحقیق کی زبان سے سنے، تاکہ لفظی غلطیوں سے محفوظ رہے، طالب حدیث کے لئے یہ مناسب نہیں، کہ کتب و صحائف سے احادیث حاصل کر کے روایت شروع کر دے، اور ان کتابوں کو اپنا شیخ تصور کر لے، ایسی صورت میں اس سے بہت زیادہ غلطیاں ہوں گی اور الفاظ بھی الٹ پلٹ جائیں گے۔ اسی وجہ سے پہلے زمانے کے علماء نے کہا ہے، کہ "قرآن کو مصحفی سے نہ سیکھو، اور حدیث کو صحفی سے نہ لو" [۸]

حدیث غریب

۱ - حدیث غریب کی تعریف:

ا) لغت میں غریب اس مسافر کو کہتے ہیں، جو اپنے اقارب سے دور ہو، یہاں غریب سے مراد ایسے الفاظ ہیں، جن کے معنی مخفی ہوں، صاحب قاموس نے کہا ہے، "غرب بر وزن کرم غمض اور خفی" کے ہم معنی ہے، [۹]

ب) اصول حدیث کی اصطلاح میں "غریب" اس حدیث کو کہتے ہیں، جس میں خفی المعنی الفاظ موجود ہوں، اور قلت استعمال کے باعث ان کو سمجھنے میں مشکل پیش آئے۔

۲ - اس کی اہمیت اور پیچیدگی:

یہ بڑا اہم اور مشکل فن ہے، محدثین کے لئے اس سے بے خبری ایک بڑا نقص تصور ہوتی ہے، لیکن اس میں غوطہ زنی بہت مشکل کام ہے، اس لئے اس وادی میں قدم رکھنے والے کو بہت سوچ بچار سے کام لینا چاہیئے اور خدا سے ڈرتے رہنا چاہیئے، کہ کہیں محض اپنے وہم و گمان کے سہارے اس کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کلام کی تفسیر کا اقدام نہ کر بیٹھے۔ اسی لئے سلف صالحین ایسا قدم اٹھانے سے پہلے بہت زیادہ سوچ بچار کر لیا کرتے تھے۔

۳ - سب سے بہتر تشریح:

حدیث غریب کی سب سے بہتر تشریح یہ ہے کہ دوسری حدیث اس کی تفسیر کر دے، جیسا کہ

Marfat.com

امریض کی نماز کے سلسلے میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ صل قائما فان لم تستطع فقاعداً کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، اگر توفیق نہ ہو، تو بیٹھ کر بڑھو، فان لم تستطع فعلیٰ جنب اگر بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکو، تو لیٹ کر پڑھو،

حدیث میں لفظ "علی جنب" کی شرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں "علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ بوجہ" (دائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ رو)

۴ - اس عنوان پر مشہور ترین تصانیف.

ا) غریب الحدیث مصنفہ ابو عبیدہ القاسم بن سلام

ب) النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، یہ ابن اثیر کی تصنیف ہے اور اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔

ج) "الدر النثیر" یہ کتاب سیوطی نے لکھی ہے اور یہ النہایہ کی تلخیص ہے۔

د) "الفائق" اس کے مصنف علامہ زمخشری ہیں۔

فصل دوم

روایت کے آداب

- بحث اول: محدث کے آداب
- بحث دوم: طالب حدیث کے آداب

بحث اول

محدث کے آداب

۱ - مقدمہ:

چونکہ اشتغال بالحدیث اللہ تعالی سے قرب حاصل کرنے کے لئے اشرف و اعلیٰ عمل ہے، اس لئے ضروری ہے کہ جو شخص علم حدیث میں مشغولیت رکھتا ہو اور عوام میں اس کی اشاعت کر رہا ہو، پہلے وہ اپنے آپ کو اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ صفات سے آراستہ کرے، اور لوگوں کو احادیث نبوی کی جو تعلیم دے رہا ہے، اس کا وہ خود سچا نمونہ ہو، نیز دوسروں کو ان پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت کرنے سے پہلے خود اپنی زندگی ان کے مطابق ڈھال چکا ہو،

۲ - نمایاں صفات جن سے محدث کو متصف ہونا چاہئے یہ ہیں:

ا) نیت کی درستی اور اخلاص اور دنیوی اغراض مثلاً جاہ طلبی اور شہرت، وغیرہ سے دل کو پاک و صاف رکھے۔

ب) اس کا سب سے بڑا مقصد اشاعت حدیث اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لوگوں تک اس کی تبلیغ ہو، اس خدمت پر وہ صرف اللہ تعالی سے اجر جزیل کا طلب گار ہو۔

ح) جو شخص اس سے علم و عمر میں بڑا ہو، اس کی موجودگی میں حدیث بیان نہ کرے۔

د) جب کوئی اس سے کسی ایسی حدیث کا طلب کار ہو، جس کے متعلق اسے علم ہو، کہ یہ حدیث کسی دوسرے بزرگ کے پاس ہے، تو وہ سائل کو اس بزرگ سے رجوع کرنے کی ہدایت کرے۔

ھ) وہ محض اس بنا پر کسی سے روایت حدیث میں بخل نہ کرے، جس کے متعلق وہ یہ جانتا ہو کہ اس کی نیت درست نہیں ہے اس لئے نیت درست ہو جانے کی بعد میں بھی امید ہو سکتی ہے۔

و) حدیث کی املاء اور تعلیم کے لئے مجلس منعقد کرے، بشرطیکہ درس حدیث کا وہ اپنے آپ کو اہل پاتا ہو، اس لئے کہ یہ صورت روایت حدیث کا بلند ترین درجہ ہے۔

۳ - مجلس املاء میں آنے سے پہلے جن اعمال کا کرنا مستحب ہے:

ا) وضو کرے، خوشبو لگائے، اور اپنی ڈاڑھی کو کنگھی کرے۔

ب) وقار، رعب اور وجاہت کے ساتھ بیٹھے، تاکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم نمایاں ہو۔

ح) تمام حاضرین کی طرف متوجہ ہو، بعض کو چھوڑ کر بعض کی طرف متوجہ ہونے کا طریقہ درست نہیں۔

د) اپنی مجلس کی ابتداء اور انتہا اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود سے کرے، اور مناسب حال دعا بھی کرے۔

ھ) حاضرین کے فہم و ادراک اور سمجھ سے بالا کوئی حدیث بیان نہ کرے۔

و) املاء کے خاتمے پر طالبان حدیث کی دلچسپی اور ترغیب کے لئے لطائف و حکایات بھی بیان کرے، تاکہ ان کی تکان دور ہو جائے اور ان میں اکتاہٹ پیدا نہ ہو،

۴ - عمر کی وہ کون سی حد ہے جسے حدیث بیان کرنے کے لئے موزوں تصور کیا جاتا ہے؟

ا) ایک گروہ کا خیال ہے کہ پچاس برس دوسرے کا خیال ہے کہ چالیس برس، بعض نے اس سے کم و بیش بھی بتائی ہے۔

ب) صحیح صورت یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اس کا اہل پاتا ہو، اور شائقین حدیث اس کے پاس آنے لگ جائیں، تو اسے روایت حدیث شروع کر دینی چاہئے، عمر چاہے اس کی جو بھی ہو،

Marfat.com

۵- اس موضوع پر سب سے زیادہ مشہور تصانیف:

ا) "الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع" مصنفہ خطیب بغدادی

ب) جامع بیان العلم و فضلہ و ماینبغی فی روایہ و حملہ، مصنفہ ابن عبدالبر

بحث دوم

طالب حدیث کے آداب

۱ - مقدمہ:

طالب حدیث کے آداب سے مراد وہ اوصاف عالیہ اور اخلاق حمیدہ ہیں جن کے ساتھ اسے متصف ہونا چاہئے اور جو اس علم کے شرف کا تقاضا ہیں جسے وہ حاصل کر رہا ہے۔ یعنی علم حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان میں کچھ اوصاف تو وہ ہیں جو محدث اور طالب حدیث دونوں میں ہونے چاہئیں اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق صرف طالب حدیث سے ہے۔

۲ - محدث اور طالب حدیث میں مشترکہ طور پر پائے جانے والے اوصاف:

ا) تصحیح نیت اور طلب میں اللہ کے لئے اخلاص:

ب) اس بات سے پرہیز کرتے رہنا کہ دنیوی اغراض تک رسائی اس کے طلب کی غایت نہ بن جائے، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "من تعلّم علما یبتغیٰ بہ وجہ اللہ، لا یتعلمہ الا لیصیب بہ غرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامہ" (جس شخص نے رضائے الٰہی کا ذریعہ بننے والے علم کو صرف دنیوی غرض کے حصول کے لئے سیکھا، قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے)

ج) احادیث کے سماع کے ساتھ ساتھ ان پر عمل پیرا بھی ہونا:

۲ - وہ آداب جن کا تعلق صرف طالب حدیث کی ذات سے ہے:

ا) ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توفیق، سلامت روی اور راہ طلب کو آسان بنا دینے نیز فہم و ضبط حدیث میں اس کی اعانت کی دعا مانگتا رہے۔

ب) علم حدیث کی طرف ہمہ تن متوجہ رہے اور اس کی تحصیل کے لئے اپنی تمام تر کوشش بروئے کار لائے۔

ج) سماع حدیث کی ابتدا اپنے علاقے کے سب سے بڑے شیخ کے ہاں کرے جو علم و دین

Marfat.com

اور اسناد میں سب سے زیادہ ممتاز ہو۔

د) اپنے شیخ کی بلکہ ہر عالم کی جس سے سماع حدیث کرے تعظیم و توقیر کرتا رہے، یہ بات علم حدیث کے شرف و جلال کا ایک حصہ ہی نہیں بلکہ اس سے فیض یاب ہونے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ ہمیشہ اپنے شیخ کی رضا جوئی کا متلاشی رہے اور اگر کبھی شیخ سے کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے،

ھ) اگر دوران تعلیم اسے علمی فوائد حاصل ہوں تو ان سے اپنے رفقائے درس اور طالبان حدیث کو بھی آگاہ کرے اور انہیں ان سے ہرگز نہ چھپائے اس لئے کہ علمی فوائد کو طالبان علم سے چھپانا ایسا کمینہ پن ہے جس کا راستہ صرف جاہل اور رذیل قسم کے لوگ اختیار کرتے ہیں جبکہ طلب علم کی غایت ہی اشاعت علم ہے۔

و) وہ حیا یا تکبر کی بنا پر سماع حدیث تحصیل علم اور استفادہ کرنے میں کوتاہی نہ کرے خواہ اسے ایسے شخص کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑیں جو اس سے عمر اور مرتبے میں کمتر ہو،

ز) وہ صرف سماع حدیث یا اس کی کتابت پر ہی قناعت نہ کرے بلکہ اس کی معرفت اور اس کا فہم بھی حاصل کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر بھی کچھ نہیں کر سکے گا۔

ح) سماع اور ضبط و حفظ میں صحیحین کو مقدم رکھے گا پھر سنن ابو داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی کو، پھر بیہقی کی سنن کبریٰ کو اور اس کے بعد حسب ضرورت مسانید اور جوامع کو مثلاً مسند امام احمد بن حنبل، موطا امام مالک وغیرہ۔ کتب علل میں دار قطنی کی العلل، اسماء الرجال میں امام بخاری کی التاریخ الکبیر، جرح و تعدیل میں ابن ابی حاتم کی الجرح و التعدیل، ضبط اسماء میں ابن ماکولا کی کتاب اور غریب حدیث میں ابن اثیر کی النھایہ کو حسب ضرورت زیر مطالعہ رکھے گا۔

Marfat.com

باب سوم

۱۔ تحمل کا مطلب شیوخ سے حدیث اخذ کرنا ہے اور ادا سے مراد شاگردوں اور طالب علموں کو حدیث کی روایت کرنا اور ان تک پہنچانا ہے۔

۲۔ سماع مذاکرہ سماع تحدیث سے الگ چیز ہے۔ سماع تحدیث میں یہ ہوتا ہے کہ شیخ اور شاگرد دونوں مجلس تحدیث میں آنے سے قبل بیان ہونے والی احادیث کی ترتیب و ضبط کے سلسلے میں پوری طرح تیاری کرتے ہیں جب کہ سماع مذاکرہ میں اس قسم کی کوئی تیاری نہیں ہوتی

۳۔ اس سے مراد یہ ہے کہ طالب علم صرف ان احادیث کی قرأت کرے جو شیخ سے مروی ہوں، ہر قسم کی احادیث کی قرأت مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شیخ طالب علم کی زبان سے اپنی مرویات سن کر ان کی تصحیح و توثیق کر لے

۴۔ مصنف کا نام ابو العباس الولید بن بکر العمری ہے۔ اور کتاب کا پورا نام الوجازۃ فی تجویز الاجازۃ

۵۔ میں اس موضوع پر اختصار کے ساتھ بحث کروں گا۔ اس لئے کہ اس زمانے میں کتاب وغیرہ کے سلسلے میں لوگوں کے طریق کار کا علم اور ان کی تفصیلات کا تعلق اس فن کے ماہرین کے ساتھ ہے۔

۶۔ اس موضوع پر بھی میں مختصر بحث کروں گا اس لئے کہ اس کی بعض جزئیات روایت کے عمل میں ضروری تھیں۔ البتہ اس زمانے میں ان جزیات کا مطالعہ تاریخ روایت کے مطالعہ کے ضمن میں آتا ہے جو اس فن کے ماہرین کے لئے ضروری ہے۔

۷۔ تدریب الراوی جلد دوم ص ۱۰۶

۸۔ مصحفی سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن مجید مصحف سیپاروں سے سیکھتا ہے اور قاریوں یا شیوخ سے نہیں سیکھتا صحفی سے مراد وہ شخص ہے جو احادیث صحف یعنی کتابوں سے لیتا ہے اور شیوخ سے نہیں لیتا۔

۹۔ القاموس جلد اول ص ۱۱۵

۱۰۔ بخاری شریف

۱۱۔ سنن دار قطنی

Marfat.com

چوتھا باب

اسناد اور اس کے متعلقات

- فصل اول : لطائف اسناد کے بیان میں
- فصل دوم : راویوں کی معرفت کے بیان میں

فصل اول

لطائف اسناد

۱ - بلند و پست سند

۲ - مسلسل سند

۳ - اکابر کی اصاغر سے روایت

۴ - آباء کی اپنے بیٹوں سے روایت

۵ - بیٹوں کی اپنے آباء سے روایت

۶ - مدبج اور روایت اقران

۷ - سابق ولاحق

Marfat.com

بلند و پست اسناد

- ۱ -

۱ - تمہید:

اسناد یعنی بیان سند اس امت محمدیہ کی ایک عمدہ خصوصیت ہے۔ پہلی امتوں میں سے کسی کو بھی اس طرح کی کوئی خصوصیت و فضیلت حاصل نہیں ہوئی، یہ ایک ایسی سنت ہے جس کی بڑی تاکید کی گی ہے اور جو بہت دور رس ہے۔ اس لئے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ نقل حدیث کے باب میں اس پر اعتماد کریں۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں "اسناد دینؑ کا حصہ ہے۔ اگر بیان سند نہ ہوتا تو جس کا جو جی چاہتا کہتا" سفیان ثوری کا قول ہے "اسناد مومن کا ہتھیار ہے" جس طرح اسناد سنت ہے اسی طرح اسناد میں بلندی کی طلب بھی سنت ہے، امام احمد بن حنبل کا قول ہے "اونچی سند کی طلب سلف صالحین کی سنت ہے" یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے رفقاء کوفہ سے مدینہ کی طرف سفر کر کے حضرت عمرؓ سے حدیث کی سماع کرتے اور اس طرح اپنی سند اونچی کر لیتے۔ اسی لئے حدیث کی طلب میں سفر مستحب قرار پایا۔ متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسناد کی بلندی کے حصول کی خاطر سفر بھی کیا ہے، حضرت ابو ایوب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہا کا شمار ان ہی میں ہوتا ہے۔

۲ - تعریف:

ا) لغت کے لحاظ سے العالی مصدر علو سے اسم فاعل ہے، علو نزول کی ضد ہے اور نازل مصدر نزول سے اسم فاعل ہے۔

ب) اصطلاح

۱ - میں اسناد عالی سے مراد کسی حدیث کی وہ سند ہے جس کے رجال یعنی واسطوں کی تعداد اس دوسری سند کے رجال کی تعداد سے کم ہو جس کے ذریعے یہی حدیث زیادہ واسطوں سے منتقل ہو کر پہنچی ہو۔

۲ - اسناد سافل: کسی بھی حدیث کی وہ سند ہے جس کے رجال کی تعداد اس دوسری سند کے رجال کی تعداد سے زیادہ ہو، جس کے ذریعے یہی حدیث کم واسطوں سے منتقل ہو کر پہنچی ہو۔

Marfat.com

۳ - علو اسناد کی اقسام:

علو اسناد کی پانچ اقسام بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک تو علو مطلق ہے اور باقیماندہ علو نسبتی ہیں۔

ا) حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صحیح اور صاف ستھری سند کے ساتھ قرب علو مطلق ہے جو علو کی تمام اقسام میں سب سے جلیل القدر ہے۔

ب) ائمہ حدیث میں سے کسی امام سے قرب: اگرچہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک واسطوں کی تعداد زیادہ ہی کیوں نہ ہو جائے مثلاً اعمش، ابن جریج اور امام مالک وغیرھم سے قرب بشرطیکہ یہ قرب صحت و نظافت اسناد کے ساتھ ہو۔

ج) کتب ستہ یا ان کے علاوہ معتمد علیہ کتب کی روایت کے لحاظ سے قرب:

اس قرب کی مختلف صورتوں یعنی موافقت، ابدال، مساوات اور مصافحت کی طرف متاخرین نے بڑی توجہ دی ہے۔

ا - الموافقہ (موافقت): اس سے مراد ہے، کہ ایک مصنف کے شیخ تک ایسے سلسلہ روایت کے ذریعے سند پہنچائی جائے جو مصنف کے سلسلہ روایت کے علاوہ ہو اور جس میں مصنف کے مقابلے میں واسطوں کی تعداد کم ہو۔ یعنی اگر مصنف کے طریق سے حدیث کی روایت کی جاتی تو اس کے رجال یعنی واسطے زیادہ ہوتے۔

اس کی مثال:

حافظ ابن حجر نے شرح النخبہ میں اس کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "امام بخاری نے قتیبہ کے واسطے سے امام مالک سے ایک حدیث روایت کی۔ اگر تم امام بخاری کے طریق سے اس حدیث کی روایت کرتے تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ واسطے ہوتے۔ اگر ہم بعینہٖ یہی حدیث ابو العباس سراج، جو کہ امام بخاری کے ایک شیخ ہیں، کے طریق سے بواسطہ قتیبہ روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان صرف سات واسطے رہ جائیں گے۔ ایسی صورت میں امام بخاری کے ساتھ ان کے شیخ میں ہماری موافقت بھی ہو جاتی ہے اور ان کے ذریعہ سند اوپر تک لے جانے میں علو اسناد بھی حاصل ہو جاتا ہے" ا۔

Marfat.com

۲ - البدل: (بدل) اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مصنف کے شیخ کے شیخ تک ایسے سلسلہ روایت کے ذریعے سند پہنچائی جائے جو مصنف کے سلسلہ روایت کے علاوہ ہو اور جس میں مصنف کے مقابلے میں واسطوں کی تعداد کم ہو۔ یعنی اگر مصنف کے طریق سے حدیث کی روایت کی جاتی تو اس کے رجال میں واسطے زیادہ ہوتے ابن حجر نے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: "اوپر والی مثال میں اگر یہ اسناد کسی اور طریق سے ہم سے قعنبی تک پہنچ جائے اور پھر ان کے واسطے سے امام مالک تک جا پہنچے، اس صورت میں اس طریق کے اندر قتیبہ کی بجائے قعنبی آئیں گے جو امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں" (یعنی قعنبی کے طریق سے روایت کرنے میں قتیبہ کے طریق سے روایت کرنے کی بہ نسبت واسطوں کی تعداد کم ہو جائے گی)

۳ - المساواۃ (مساوات) اس سے مراد یہ ہے کہ مصنف کی روایت کردہ حدیث کے سلسلہ اسناد میں واسطوں کی جتنی تعداد ہو، اس حدیث کے ایک دوسرے سلسلہ روایت میں بھی واسطوں کی اتنی تعداد ہو اور اس طرح مصنف کے طریق اور دوسرے طریق میں مساوات قائم ہو جائے۔

اس کی مثال:۔ حافظ ابن حجر نے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا "امام نسائی ایک حدیث کی روایت کرتے ہیں، اس روایت میں نسائی سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک گیارہ واسطے ہوتے ہیں، بعینہ یہی حدیث ایک دوسرے سلسلہ سند سے مروی ہوتی ہے، اس میں بھی ابتدائی راوی سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک گیارہ ہی راوی ہوتے ہیں، اس طرح واسطوں کی تعداد کے لحاظ سے امام نسائی کے ساتھ مساوات قائم ہو"

۴ - المصافحہ: (مصافحہ) یہ اصطلاح بھی مساوات کے تقریباً ہم معنی ہے البتہ اس میں خصوصیت یہ ہے کہ راوی سے آخر تک اسناد میں واسطوں کی تعداد مصنف کے کسی شاگرد کی اسناد کی تعداد کے مساوی ہوتی ہے، وجہ تسمیہ بھی اس کی یہی ہے کہ بالعموم جب دو شخص آپس میں ملاقات کرتے ہیں، تو بات چیت سے پہلے وہ مصافحہ ضرور کرتے ہیں،

د) راوی کے پہلے وفات پا جانے سے سند کو علو (بلندی) کامل ہو جاتا ہے، اس کی مثال امام نووی نے بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: "میں جس حدیث کو ایسے تین راویوں سے

Marfat.com

روایت کروں، جنہوں نے بیہقی سے اور انہوں نے حاکم سے روایت کی ہو، تو یہ سند اس روایت کی سند سے اعلیٰ ہو گی جس میں میں ایسے تین راویوں سے روایت کروں جنہوں نے ابو بکر بن خلف سے اور انہوں نے حاکم سے روایت کی ہو، اس لئے کہ بیہقی کی وفات ابن خلف سے پہلے ہو چکی تھی "۳۔

ھ) سماع میں تقدم سے سند کو علو حاصل ہوتا ہے: یعنی شیخ سے سماع میں تقدم کی وجہ سے علوم اسناد حاصل ہو جاتا ہے۔ جو شخص پہلے سماع کرے گا اسے بعد میں سماع کرنے والوں کے مقابلے میں علو اسناد حاصل ہو جائے ۔

اس کی مثال ملاحظہ ہو: ایک شیخ سے دو شخص سماعت کرتے ہیں، اور دونوں میں سے ایک کا سماع درس ساٹھ برس پہلے ہوتا ہے، اور دوسرے شخص کا چالیس برس پہلے دونوں کے رجال سند کی تعداد برابر ہے، لیکن پہلا شخص دوسرے کے مقابلے میں اعلیٰ سند کا حامل ہوگا اس کا عملی طور پر ظہور اس شخص کے حق میں ہوگا جس کا شیخ دماغی توازن کھو بیٹھے یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی عقل ماری جائے۔

۴ - اقسام النزول:

نزول کی اقسام پانچ ہیں، جو اضداد سے پہچانے جاتے ہیں، اس لئے علو اسناد کی اقسام میں سے ہر قسم کا ضد نزول اسناد کی ایک قسم ہوگا ۔

۵ - افضلیت علو کو حاصل ہے یا نزول کو؟

ا) جمہور کی صحیح ترین رائے کے مطابق علو کو نزول پر افضلیت حاصل ہے کیونکہ اس طریق پر حدیث میں خلل کا احتمال بہت کم ہوتا ہے اور اس لحاظ سے نزول غیر پسندیدہ ہے۔ ابن مدینی کی رائے میں "نزول بہت برا ہے" یہ اس وقت ہے جس دونوں سندیں قوت میں برابر ہوں۔

ب) صرف اسی صورت میں نزول افضل ہوگا جب اسناد کے نزول سے کوئی فائدہ ہو رہا ہو جیسے اس کے رجال اسناد عالی کے رجال سے زیادہ ثقہ یا زیادہ حافظہ یا زیادہ فقیہ ہوں۔

۶ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

اسناد عالی اور اسناد نازل کے موضوع پر مخصوص کتابیں تو نہیں پائی جاتیں البتہ علماء نے انفرادی طور پر بعض اجزاء مرتب کئے ہیں جنہیں "ثلاثیات" کا نام دیا ہے۔ جس سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں مصنف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں.. اس سے یہ

Marfat.com

اشارہ بھی ملتا ہے کہ علماء اسناد عالی کے متعلق کس قدر اہتمام کرتے تھے۔ ان ثلاثیات میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

ا) ثلاثیات البخاری مصنفہ حافظ ابن حجر

ب) ثلاثیات احمد بن حنبل

مسلسل

- ۲ -

۱ - مسلسل کی تعریف:

ا) لغت کے لحاظ سے یہ لفظ مصدر سلسلہ سے اسم مفعول ہے، اور سلسلہ ایک چیز کے دوسری چیز سے اتصال کو کہتے ہیں، اسی سے "سلسلۃ الحدید" (لوہے کی زنجیر) ہے اس کا نام "مسلسل" اس لئے رکھا گیا، کہ تماثل اور اتصال کے لحاظ سے سلسلہ یعنی زنجیر کے ساتھ اس کی مشابہت ہوتی ہے۔

ب) اصطلاح میں مسلسل اسے کہیں گے جس کی اسناد کے رجال کا ایک حالت یا صفت میں متابع ہو، کبھی راویوں کے لحاظ سے اور کبھی روایت کے لحاظ سے۔

۲ - تعریف کی توضیح:

یعنی مسلسل اسے کہا جائے گا۔ جس کی سند کے راویوں کا تسلسل کے ساتھ:۔

ا) کسی ایک صفت میں اشتراک ہو۔

ب) کسی ایک حالت میں اشتراک ہو۔

ح) روایت کی کسی ایک صفت میں اشتراک ہو۔

۳ - اس کی انواع:

تعریف کی توضیح سے ظاہر ہوتا ہے، کہ مسلسل کی تین انواع ہیں۔

۱ - مسلسل باحوال الرواۃ

۲ - مسلسل بصفات الرواۃ

۳ - مسلسل بصفات الرواۃ - ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا) مسلسل باحوال الرواۃ:

۱ - رواۃ کے قولی احوال کے ساتھ مسلسل: جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل کی حدیث

Marfat.com

ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے فرمایا. (یا معاذ، انی احبک، فقل فی دبر کل صلاۃ: اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک[۳]) اے معاذ، مجھے تم سے محبت ہے، پس تم ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرو. اے اللہ تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اچھی طرح اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔ پس ہر راوی کی قولی حالت میں یہ کلمہ موجود ہے، "وانا احبک فقل"

۲ - رواۃ کے فعلی احوال کے ساتھ مسلسل: جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے، فرماتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر فرمایا. "خلق اللہ الارض یوم السبت" (اللہ تعالی نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا) پس راویوں میں سے ہر راوی نے اس حدیث کو شیخ سے سنتے وقت تشبیک بالید کی یعنی (اپنے شیخ کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا) [۴]

۳ - رواۃ کے قولی و فعلی دونوں اقوال کے ساتھ مسلسل: جیسا کہ حضرت انسؓ کی حدیث ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا. لایجد العبد حلاوۃ الایمان حتی یومن بالقدر خیرہ و شرہ حلوہ و مرہ (کوئی آدمی اس وقت تک ایمان کی حلاوت نہیں محسوس کر سکتا جب تک تقدیر خواہ وہ خیر ہو یا شر اور خواہ شیریں ہو یا تلخ، پر ایمان نہ لے آئے) ارشاد فرماتے وقت آپ نے اپنا دست مبارک اپنی داڑھی پر رکھا اور ساتھ ہی فرمایا "امنت بالقدر خیرہ و شرہ حلوہ و مرہ" [۵] (میں تقدیر پر ایمان لایا خواہ وہ خیر ہو یا شر، شیریں ہو یا تلخ) اس میں تسلسل کے ساتھ ہر راوی نے اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھا، نیز کہا. "بالقدر خیرہ و شرہ حلوہ و مرہ"

ب) رواۃ کی صفات کے ساتھ مسلسل:

رواۃ کی صفات قولی ہوں گی یا فعلی۔

۱ - رواۃ کی قولی صفات کے ساتھ مسلسل: جیسا کہ سورہ صف کی قراءۃ کے ساتھ مسلسل ہے اس میں راوی نے اپنی حدیث مسلسل کے ساتھ یہ لفظ ضرور کہا ہے "فقرا ھافلان ہکذا" (اسے فلاں نے اسی طرح پڑھا) محدث عراقی کا قول ہے "رواۃ کی قولی صفات اور قولی احوال نہ صرف باہم متقارب بلکہ متماثل ہوتے ہیں"

۲ - رواۃ کی فعلی صفات کے ساتھ مسلسل: مثلاً رواۃ کے ناموں میں

Marfat.com

نسبت ہوتی ہے یعنی سب ہم نام ہوتے ہیں جیسا کہ "محمدین" کے ساتھ مسلسل (یعنی تمام راویوں کے نام محمد ہوں) یا ان صفات میں یکسانیت ہوتی ہے جیسا کہ فقہاء اور حفاظ کے ساتھ (یعنی تمام راوی فقہاء یا حفاظ ہوں) مسلسل، یا نسبت میں یکسانیت ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا جائے، "دمشقیین یا مصریین" (یعنی تمام راوی (مشق یا مصر سے تعلق رکھتے ہوں)

ح) صفات روایتَ کے ساتھ مسلسل: روایت کی صفات کا تعلق یا صیغہ اداء کے ساتھ ہو یا زمان روایت کے ساتھ یا مکان روایت کے ساتھ۔

۱ - الفاظ اداء کے ساتھ مسلسل: مثلاً ایسی حدیث جس میں ہر راوی تسلسل کے ساتھ یہ کہے سمعت (میں نے سنا) یا اخبرنا (مجھ کو خبر دی)

۲ - زمان روایت کے ساتھ مسلسل: مثلاً وہ حدیث جس کی تسلسل کے ساتھ ہر عید کے دن روایت ہوئی ہو۔

۳ - مکان روایت کے ساتھ مسلسل: مثلاً وہ حدیث جس میں ملتزم کے اندر اجابت دعا کا تسلسل ہے۔

۴ - سب سے افضل:

وہ حدیث مسلسل ہے جو سماع میں اتصال کو ظاہر کرے اور تدلیس سے پاک ہو۔

۵ - اس کے فوائد:

حدیث مسلسل راویوں میں صفت ضبط کی زیادتی کی نشاندہی کرتی ہے۔

۶ - کیا پوری سند میں تسلسل کا وجود شرط ہے؟

پوری سند میں تسلسل کا وجود شرط نہیں ہے اس لئے کہ کبھی سند کے وسط یا آخر میں "تسلسل ٹوٹ جاتا ہے، البتہ ایسی حالت میں راوی یہ کہتے ہیں "ہذا مسلسل الا فلان" (یہ فلاں تک مسلسل ہے)

۷ - تسلسل اور صحت کے درمیان کوئی رابطہ نہیں:

بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ مسلسل اپنے تسلسل میں خلل یا ضعف سے خالی ہو، اگرچہ، اصل حدیث طریق تسلسل کے سوا دوسرے طریق سے صحیح ہوتی ہے۔

۸ - اس موضوع پر مشہور ترین تصانیف:

ا) امام سیوطی کی المسلسلات الکبریٰ، جو ۸۵ احادیث پر مشتمل ہے۔

ب) محمد عبد الباقی الایوبی کی "مناہل السلسلہ فی الاحادیث المسلسلہ" جو ۲۱۲ حدیثوں پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

اکابر کی اصاغر سے روایت

- ۳ -

۱ - تعریف:

ا) لغت میں "اکابر" اکبر کی اور اصاغر، اصغر کی جمع ہے یعنی بڑوں کی چھوٹوں سے روایت۔

ب) اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص اپنے سے عمر، طبقہ اور علم و حفظ میں کم درجہ کے شخص سے روایت کرے۔

۲ - تعریف کی توضیح:

یعنی روای ایسے شخص سے حدیث لے کر روایت کرے جو اس سے عمر اور طبقہ میں یا علم و حفظ میں کم مرتبہ رکھتا ہو، طبقہ میں کم تر کی مثال جیسے صحابہ کی روایت تابعین سے ہو یا ایسے شخص سے لے کر روایت کرے جو اس کے مقابلے میں علم و حفظ میں کم مرتبہ رکھتا ہو، جیسا کہ ایک عالم و حافظ کا کسی شیخ سے روایت کرنا۔ اگرچہ وہ شیخ عمر میں اس سے بڑا ہو۔ البتہ ایک چیز توجہ کے لائق ہے، کہ صرف عمر اور طبقہ میں بڑائی اور تقدم، جبکہ علمی طور پر مساوات نہ ہو، یہ کہنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کہ اکابر کی اصاغر سے روایت ہوئی، اس کی وضاحت کے لئے ذیل کی مثالوں پر غور کیجئے۔

۳ - اس کی اقسام اور مثالیں:

اکابر کی اصاغر سے روایت کی تین قسمیں کی جا سکتی ہیں۔

ا) یہ کہ راوی مروی عنہ (یعنی جس سے روایت کر رہا ہے) سے عمر میں بڑا اور طبقہ میں مقدم ہو، ساتھ ساتھ اس میں علم و حفظ بھی موجود ہو۔

ب) راوی، مروی عنہ کے مقابلہ میں قدر و منزلت میں زیادہ ہو، لیکن عمر میں کم، مثلاً کوئی حافظ و عالم کسی غیر حافظ شیخ کبیر سے روایت کرے، مثلاً امام مالک عبداللہ بن دینار سے روایت کریں۔ [۲]

ج) یہ کہ راوی عمر میں زیادہ ہو اور قدر و منزلت میں بھی اپنے مروی عنہ سے زیادہ ہو، یعنی عمر اور علم میں اس سے بڑھ کر ہو مثلاً برقانی کی خطیب بغدادی سے روایت [۳]

۴ - اصاغر سے روایت کی درج ذیل صورتیں بھی ہیں۔

ا) صحابہ کرام کی تابعین سے روایت مثلاً عبادلہ (عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن

Marfat.com

عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ) وغیرہم کی کعب احبار سے روایت۔

ب) تابعی کی تبع تابعین سے روایت، مثلاً یحییٰ بن سعید انصاری کی امام مالک سے روایت۔

۵ - فوائد:

ا) یہ وہم پیدا نہ ہو سکے کہ مروی عنہ (جس سے روایت کی جارہی ہے)۔ راوی سے افضل واکبر ہے کیونکہ عام حالات میں مروی عنہ کی حیثیت راوی سے بڑھ کر ہوتی ہے۔

ب) یہ گمان پیدا نہ ہو سکے کہ سند میں الٹ پھیر ہو گئی ہے کیونکہ عموماً چھوٹے بڑوں سے روایت کرتے ہیں۔

۶ - اس موضوع پر مشہور ترین تصنیف:

حافظ ابو یعقوب اسحٰق بن ابراہیم الوراق المتوفی سنہ ۴۰۳ھ کی کتاب "ما روا الکبار عن الصغار والاباء عن الابناء" ہے۔

آباء کی اپنے بیٹوں سے روایت

- ۴ -

۱ - تعریف:

"سند حدیث میں کہیں یہ بات پائی جائے کہ باپ اپنے بیٹے سے حدیث روایت کر رہا ہو"

۲ - اس کی مثال:

عباس بن عبدالمطلب نے اپنے بیٹے الفضل سے ایک حدیث روایت کی ہے، کہ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جمع بین الصلاتین بالمزدلفہ" (نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مزدلفہ میں دو نمازیں اکٹھی پڑھیں)

۳ - اس کے فوائد:

یہ گمان پیدا نہ ہو سکے کہ سند میں الٹ پھیر یا غلطی ہو گئی ہے، اس لئے کہ معمول کی صورت میں یہی ہوتی ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ قسم بھی اس سے پہلے بیان شدہ قسم میں سے ہے، جو علماء کرام کی تواضع اور عاجزی پر دلالت کرتی ہے، کہ وہ "علم" کے اتنے قدر دان ہیں کہ اس کو حاصل کرنے میں اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ جس سے وہ علم حاصل کر رہے ہیں وہ ان سے

Marfat.com

درجہ اور عمر میں کم ہے۔
۴ - اس عنوان پر مشہور تصنیف:
خطیب بغدادی کی کتاب "روایۃ الآباء عن الابناء" ہے۔

بیٹوں کی اپنے آباء سے روایت

- ۵ -

۱ - اس کی تعریف:
سند حدیث میں ایک ایسا بیٹا پایا جائے جو صرف اپنے باپ سے روایت کر رہا ہو یا اپنے باپ سے روایت لے رہا ہو، جو اس نے بھی اپنے باپ سے لی ہو۔
۲ - اس کی اہم ترین قسم:
اس کی سب سے اہم نوع یہ ہے، کہ راوی اپنی روایت میں اپنے باپ یا دادا کا نام ذکر نہ کرے، ایسی صورت میں علماء کو ان کے نام معلوم کرنے کے لئے بحث و تمحیص کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔
۳ - اس کی اقسام:
اس کی دو قسمیں ہیں۔
ا) راوی کی صرف اپنے باپ سے روایت، اس میں دادا سے روایت نہ ہو۔ ایسی روایات بکثرت ہیں، مثلاً: ابو العشراء کی اپنے باپ سے روایت ۸۔
ب) راوی کی روایت اپنے باپ سے آگے ان کے دادا سے یا اپنے باپ سے وہ اپنے باپ اور دادا سے وغیرہ
اس کی مثال: "روایۃ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" عمرو بن شعیب کی روایت جو اپنے باپ سے کرتے ہیں اور پھر ان کے باپ اپنے باپ سے لے کر کرتے ہیں۔
اس عمرو کا نسب یہ ہے۔ عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاصی، اس میں عمرو کا دادا محمد ہے، لیکن علماء نے جو تتبع اور استقراء کیا ہے، اس میں وہ کہتے ہیں کہ "جدہ" کی ضمیر عبداللہ بن عمروؓ مشہور صحابی کی طرف جاتی ہے۔
۴ - اس کے فوائد:
ا) جب نام کی صراحت نہ ہو، تو باپ یا دادا کے نام کی معرفت کے لئے بحث و تمحیص کی جاتی

Marfat.com

ہے۔

ب) یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جد سے کیا مراد ہے آیا بیٹے کا دادا یا باپ کا دادا؟

۵ - مشہور تصانیف:

ا) روایۃ الابناء عن آباہم مصنفہ ابو نصر عبداللہ بن سعید الوائلی

ب) جزء من روی عن ابیہ عن جدہ یہ ابن ابی خیثمہ کی تصنیف ہے۔

ج) "کتاب الوشی المعلم فی من روی عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم" اس کے مصنف حافظ علائی ہیں۔

المدنج اور روایت اقران

- ٦ -

۱ - اقران کی تعریف:

ا) اقران، قرین کی جمع ہے جس کے معنی ساتھی اور دوست کے ہیں [۹]

ب) اصطلاح میں: عمر اور سند میں ایک دوسرے سے قریب افراد "اقران" کہلاتے ہیں [۱۰]

۲ - روایت اقران کی تعریف:

یہ ہے کہ دو ساتھیوں میں سے ایک دوسرے سے روایت کرے۔

مثال: سلیمان تیمی کی مسعر بن کدام سے روایت، یہ دونوں قریب العمر اور ایک دوسرے کے ساتھی ہیں لیکن تیمی سے مسعر کی کسی روایت کا ہمیں علم نہیں ہے،

۳ - مدنج کی تعریف:

ا) لغت کے لحاظ سے "مدنج" "تدنیج" سے اسم مفعول ہے، اس کے معنی مزین کرنے کے ہیں، تدنیج، دیباجتی الوجہ سے ماخوذ ہے، یعنی دونوں رخسار۔ شائد اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ دونوں رخساروں کو طرح راوی اور مروی عنہ بھی یکساں ہوتے ہیں۔

ب) اصلاح میں مدنج اس روایت کو کہتے ہیں جسے دو یکساں حیثیت کے مالک افراد ایک دوسرے سے روایت کریں۔

۴ - مدنج کی مثال: حضرات صحابہ کرام میں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت یا اس کے برعکس

Marfat.com

تابعین میں: الزھری کی عمر بن عبدالعزیز سے روایت یا اس کے برعکس
تبع تابعین میں: مالک کی الاوزاعی سے روایت یا اس کے برعکس

۵ - اس کے فوائد:

ا) یہ گمان نہ ہو جائے، کہ اسناد میں زیادتی ہو گئی ہے[۱۱]

ب) یہ گمان بھی نہ ہو جائے کہ لفظ "عن" "واو" سے بدل گیا ہے[۱۲]

۶ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

ا) "المدبج" مصنفہ امام دار قطنی

ب) "روایہ الاقران" مصنفہ ابو الشیخ اصفہانی

سابق ولاحق

- ۷ -

۱ - تعریف:

ا) لغت میں السابق" "سبق" کا اسم فاعل، متقدم (آگے بڑھنے والا) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اللاحق" "لحاق" کا اسم فاعل، متاخر (پیچھے رہ جانے والا) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وفات میں جو راوی متقدم ہو، وہ سابق اور جو راوی وفات میں متاخر ہو وہ لاحق ہے۔

ب) اصطلاح میں مفہوم یہ ہے کہ ایک شیخ سے روایت کرنے میں دو ایسے راویوں کا اشتراک ہو جن کی تاریخ وفات میں بعد زمانی ہو۔

۲ - مثال:

ا) محمد بن اسحاق السراج، جن کی پیدائش ۲۱۶ھ میں ہوئی اور وفات ۳۱۳ھ میں ہوئی، عمر ۹۷ سال ان سے روایت کرنے میں بخاری اور خفاف دونوں شریک ہیں، لیکن انکی وفات کے درمیان ایک سو سال یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے[۱۳]

ب) امام مالک سے روایت کرنے میں زیدی اور احمد بن اسماعیل اسہمی دونوں شریک ہیں لیکن ان دونوں کی وفات کے درمیان ایک سو پینتیس سال کا فاصلہ ہے۔ اس لئے کہ زہری کی وفات ۱۲۴ھ میں اور سہمی کی وفات ۲۵۹ھ میں ہوئی۔
اس کی وضاحت یہ ہے، کہ زہری مالک سے عمر میں زیادہ ہیں، اس لئے کہ وہ

Marfat.com

تابعین میں سے ہیں، اور مالک تبع تابعین میں سے، اس لئے مالک سے زہری کی روایت کا شمار اصاغر سے اکابر کی روایت میں ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے، دوسری طرف سہمی مالک سے عمر میں کم ہیں، اس پر مزید یہ بات بھی ہے، کہ سہمی نے سو برس کی طویل عمر پائی، اسی وجہ سے ان کی اور زہری کی وفات کے درمیان بہت فاصلہ ہو گیا، زیادہ واضح تعبیر کے مطابق سابق راوی اس مروی عنہ کا شیخ ہو جائے گا، اور بعد میں آنے والا راوی (لاحق) اس کا تلمیذ ہو جائے گا، اور پھر یہ تلمیذ طویل عمر پائے گا۔

۳ - اس کے فوائد:

ا) اسناد کی بلندی کی عظمت کو دلوں میں بٹھانا۔

ب) ایسا گمان نہ ہونے دینا کہ بعد میں آنے والے کی سند منقطع ہے۔

۴ - اس موضوع پر مشہور کتاب:

"کتاب السابق والاحق" مصنفہ خطیب بغدادی

Marfat.com

فصل دوم

راویوں کی پہچان

۱ - صحابہ کی پہچان
۲ - تابعین کی پہچان
۳ - بھائی بہنوں کی پہچان
۴ - المتفق والمفترق
۵ - الموتلف والمختلف
۶ - المتشابہ
۷ - المہمل
۸ - مبہمات کی پہچان
۹ - وحدان کی پہچان
۱۰ - ان لوگوں کی پہچان جن کا ذکر مختلف ناموں اور صفات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔
۱۱ - اسماء کنیت اور لقب کی پہچان
۱۲ - ایسے ناموں کی پہچان جو کنیت سے مشہور ہیں
۱۳ - القاب کی پہچان
۱۴ - ایسے لوگوں کی پہچان جو اپنے آباء کی بجائے دوسروں کی طرف منسوب ہیں
۱۵ - ایسے نسب کی پہچان جو اپنے ظاہر کے خلاف ہے
۱۶ - رواۃ کی تاریخوں کی پہچان
۱۷ - ثقہ افراد میں سے جو دماغی فتور میں مبتلا ہو گئے ان کی پہچان
۱۸ - علماء اور رواۃ کے طبقات کی پہچان
۱۹ - رواۃ اور علماء میں سے جو غلام تھے ان کی پہچان
۲۰ - رواۃ میں سے ثقہ اور ضعیف کی پہچان
۲۱ - رواۃ کے شہروں اور وطنوں کی پہچان

Marfat.com

صحابہ کرام کی پہچان

— ۱ —

۱ - صحابی کی تعریف:

ا) لغوی لحاظ سے "صحابہ" مصدر ہے، جس کے معنی صحبت کے ہیں اسی سے لفظ صحابی اور صاحب ماخوذ ہے، اس کی جمع: اصحاب اور صُحُب آتی ہے، الصحابہ کا بکثرت استعمال "اصحاب" کے معنی میں ہوتا ہے۔

ب) اصطلاح میں ہر اس شخص کے لئے لفظ "صحابی" کا استعمال ہوتا ہے جس نے بحالت اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو، اور اسلام ہی کی حالت میں اس نے انتقال کیا ہو، اگرچہ درمیان میں اُرتداد کی نوبت بھی آئی ہو اور یہی صحیح ترین تعریف ہے۔

۲ - اس کی اہمیت اور فائدہ:

صحابہ کی معرفت بہت بڑا اور عظیم فائدوں والا علم ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرسل اور متصل کے درمیان امتیاز، اسی کے ذریعے قائم کیا جا سکتا ہے

۳ - صحابی کی صحبت کی پہچان کس طرح ہو گی؟

صحبت کی معرفت پانچ امور میں سے کسی ایک سے ہو جائے گی۔

ا) التواتر کے ذریعے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر بن الخطاب اور باقی عشرہ مبشرہ و صحابہ جن کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

ب) شہرت کے ذریعے جیسے ضمام بن ثعلبہ اور عکاشہ بن محصن

ج) صحابی کی خبر سے

د) ثقہ تابعین میں سے کسی کی خبر سے

ہ) اگر عادل ہو تو خود اپنے اقرار سے بشرطیکہ اس کا یہ دعوی ممکن بھی ہو۔[۱]

۴ - جملہ صحابہ کو عادل قرار دینا:

جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں، خواہ وہ فتن (حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت کے زمانوں میں پیش آنے والے خانہ جنگی) میں ملوث ہوئے ہوں یا نہیں اس پر معتبر علماء کا اجماع ہے۔ اور ان کی عدالت کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے روایت میں دانستہ کذب کے ارتکاب سے

Marfat.com

اجتناب کیا اور کسی بھی ایسی غلطی کے مرتکب نہیں ہوئے جو ان سے روایت لینے میں مانع ہو، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرات صحابہ سے کسی قسم کی بحث عدالت کے بغیر ہر قسم کی روایت لی جائے گی۔ ان میں سے جو فتن میں ملوث ہوئے ہیں ان کے معاملہ کو ایسے اجتہاد پر محمول کیا جائے گا جس میں ان کے لئے بہر حال اجر موجود ہے۔ تاکہ ان کے ساتھ ہمارا حسن ظن قائم رہے۔ اس لئے کہ ان کی حیثیت حاملین شریعت کی ہے اور ان کے زمانے کو خیر القرون فرمایا گیا ہے۔

۵ - سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابہ۔

کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ چھ ہیں جن کی ترتیب درج ذیل ہے۔

ا) حضرت ابوہریرہ جنہوں نے ۵۳۷۴ حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے تین صد سے زیادہ اشخاص نے روایات کی ہیں۔

ب) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۶۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔

ح) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ۲۲۸۶ حدیثیں روایت کی ہیں۔

د) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۲۲۱۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔

ہ) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ۱۶۶۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔

و) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ۱۵۴۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔

۶ - سب سے زیادہ فتویٰ دینے والے صحابہ:

سب سے زیادہ جن کے فتاوی روایت کئے گئے ہیں وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں پھر کبار علماء الصحابہ میں وہ چھ ہیں ان کے متعلق مسروق کا قول ہے صحابہ کے علم کی انتہا چھ پر ہوئی ہے یعنی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوالدرداء، ابن مسعود پر پھر ان چھ کے علم کی انتہا حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود پر ہوئی ہے۔

۷ - عبادلہ کون صحابہ ہیں؟

عبادلہ سے مراد فی الحقیقت وہ صحابہ ہیں جن کا نام عبداللہ ہے جن کی تعداد تقریباً تین صد صحابہ تک پہنچتی ہے لیکن یہاں ان سے مراد ایسے چار صحابہ ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام عبداللہ ہے۔

ا) عبداللہ بن عمر

ب) عبداللہ بن عباس

ج) عبداللہ بن الزبیر

د) اور عبداللہ بن عمرو بن العاص

Marfat.com

ان سب لوگوں کا امتیاز یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے علماء صحابہ میں سے ہیں جن کی وفات طویل وقت کے بعد ہوئی ہے اور اس مدت میں ان کے علم کی طرف لوگوں کا رجوع رہا جس کی انہیں یہ فضیلت اور شہرت حاصل ہو گئی پس جب کسی فتوی پر یہ مجتمع ہو جائیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ عبادلہ کا قول ہے

۸ - صحابہ کی تعداد:

ہمارے پاس اعداد و شمار موجود نہیں جس کے ذریعہ صحابہ کی تعداد قطعی طور پر معلوم ہو سکے لیکن اہل علم کے اقوال ایسے ہیں جن سے استفادہ کر کے کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی ان اقوال میں سب سے زیادہ مشہور ابی زرعہ کا قول ہے وہ کہتے ہیں "حضورؐ کی جب وفات ہوئی تو اس وقت صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی جن سے روایت بھی کی گئی اور سماع بھی کیا گیا" [۱۵]

۹ - صحابہ کے طبقات کی تعداد:

ان کے طبقات کی تعداد میں اختلاف رائے ہے بعض نے سبقت الی الاسلام کی وجہ سے یا ہجرت کے سبب یا فضیلت والے مقامات میں حاضر ہونے کی نسبت سے اور بعض نے دیگر وجوہ کی بنا پر طبقات کی تقسیم کی ہے غرض ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے لحاظ سے طبقات کی تقسیم کی ہے۔

ا) ابن سعد نے صحابہ کو پانچ طبقات پر تقسیم کیا ہے۔

ب) حاکم نے ان کو بارہ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

۱۰ - صحابہ میں سب سے افضل:

علی الاطلاق سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب جن پر اہل سنت کا اجماع ہے پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی جمہور اہل سنت کا یہی مسلک ہے ان چاروں کے بعد باقیماندہ عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر، پھر اہل احد، اور پھر بیعت رضوان والے۔

۱۱ - اسلام قبول کرنے میں سب سے پہل کرنے والے:

ا) آزاد مردوں میں سے ابو بکر صدیق

ب) بچوں میں سے حضرت علی

ج) عورتوں میں سے ام المومنین خدیجہ

د) آزاد شدہ غلاموں میں سے زید بن حارث

ہ) غلاموں میں سے بلال بن رباح

۱۲ - وفات میں سے سب سے آخری صحابی:

ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی ہیں آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں سن سو ہجری میں ہوئی، بعض نے اس

سے بھی زیادہ مدت بتائی ہے، ان سے پہلے وفات پانے والے انس بن مالک ہیں جن کی وفات ۹۳ھ میں بصرہ میں ہوئی

۱۳ - اس موضوع پر سب سے زیادہ نمایاں تصانیف

ا) الاصابۃ فی تمییز الصحابہ مصنفہ ابن حجر عسقلانی

ب) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ اس کے مصنف علی بن محمد الجزری ہیں جو ابن الاثیر کی کنیت سے مشہور ہیں

ح) الاستیعاب فی اسماء الاصحاب یہ ابن عبدالبر کی تصنیف ہے۔

تابعین کی معرفت

- ۲ -

۱ - تابعی کی تعریف:

ا) لغوی لحاظ سے تابعون، تابعی یا تابع کی جمع ہے، اور تابع "تبعہ" کا اسم فاعل ہے جو مشی خلفہ کے معنی میں ہے یعنی کسی کے پیچھے چلا،

ب) اصطلاح میں تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے بحالت اسلام کسی صحابی سے ملاقات کی اور اسکی وفات بھی حالت اسلام میں ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی صحبت اختیار کی۔

۲ - اس کے فوائد:

تابعی کی معرفت سے مرسل اور متصل کے درمیان فرق و امتیاز کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

۳ - تابعین کے طبقات:

تابعین کے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہے علماء نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے انہیں مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

ا) مسلم نے ان کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

ب) ابن سعد نے ان کو چار طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

ج) حاکم نے پندرہ طبقات میں تقسیم کیا ہے جن میں پہلا طبقہ وہ ہے جس نے عشرہ مبشرہ کو پایا۔

۴ - مخضرمون:

اس لفظ کا واحد "مخضرم" ہے مخضرم وہ شخص ہے جس نے زمانہ جاہلیت اور نبیؐ کے زمانہ

Marfat.com

دونوں کو پایا ہو لیکن حضورؐ کو دیکھنے کی سعادت حاصل نہ ہو سکی ہو صحیح قول کے مطابق مخضرمین کا تعلق تابعین سے ہے۔ مخضرمین کی تعداد امام مسلم کی تحقیق کے مطابق بیس ہے لیکن درحقیقت ان کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔ ابو عثمان الہندی اور اسود بن یزید النخعی ان میں شامل ہیں۔

۵ - سات فقہاء:

یہ سات فقہاء اکابر تابعین میں سے ہیں اور یہی حضرات تابعین میں بڑے علماء شمار ہوتے ہیں یہ سب کے سب مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

سعید بن مسیبؒ القاسم بن محمد، عروۃ بن الزبیر، خارجہ بن زید، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، سلیمان بن یسار[۱۶]

۶ - تابعین میں سب سے افضل:

تابعین میں سب سے افضل کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں اور مشہور یہی ہے کہ ان میں سب سے افضل سعید بن مسیب ہیں اور ابو عبداللہ محمد بن خفیف الشیرازی نے کہا ہے کہ۔

ا) اہل مدینہ کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب افضل التابعین ہیں۔

ب) اہل کوفہ کہتے ہیں کہ اویس قرنی سب سے افضل ہیں۔

ج) اہل بصرہ کہتے ہیں کہ حسن بصری سب سے افضل ہیں

۷ - افضل التابعیات:

ابو بکر بن داؤد نے کہا کہ "تابعیات میں سب کی سردار حفصہ بنت سیرین اور عمرۃ بن عبدالرحمٰن ہیں اور ام الدرداء کا مرتبہ بھی ان کے قریب ہے" [۱۷]

۸ - اس موضوع پر مشہور ترین تصنیف:

ابو المطرف بن فطیس اندلسی کی کتاب "معرفۃ التابعین"[۱۸] ہے۔

بھائیوں اور بہنوں کی پہچان

- ۳ -

۱ - تمہید:

اصحاب حدیث نے جن علوم کی طرف بہت زیادہ توجہ مبذول کی ہے، ان میں راویوں کے ہر طبقہ میں بھائیوں اور بہنوں کی معرفت بھی داخل ہے۔ جس کے لئے الگ سے کتابیں لکھی گئیں۔ بحث

Marfat.com

وتصنیف کے لئے اس موضوع کو منتخب کرنا دراصل اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ علماء حدیث نے راویوں ان کے انساب اور ان میں بھائی بہنوں کے متعلق معلومات جمع کرنے کا کس قدر اہتمام کیا تھا۔ اس کی تفصیل کا آئندہ صفحات پر تذکرہ ہو گا۔

۲ - اس کے فوائد:

اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر کچھ افراد کے باپ ہم نام ہوں تو یہ گمان نہ پیدا ہو کہ یہ اشخاص آپس میں بھائی بھائی ہیں، مثلاً

عبداللہ بن دینار اور عمرو بن دینار، جو شخص ان دونوں کے مفصل حال سے باخبر نہ ہو گا، وہ ان دونوں کو آپس میں اس لئے بھائی بھائی تصور کرے گا کہ دونوں کے باپ کا نام دینار ہے اس کے باوجود وہ دونوں آپس میں بھائی نہیں ہیں۔

۳ - مثالیں:

ا) صحابہ میں دو کی مثال عمر اور زید خطاب کے دو بیٹے ہیں۔

ب) صحابہ میں تین کی مثال علی، جعفر اور عقیل جو ابو طالب کے بیٹے ہیں۔

ج) تبع تابعین میں چار کی مثال سہیل، عبداللہ، محمد اور صالح جو ابو صالح کے بیٹے ہیں۔

د) تبع تابعین میں پانچ کی مثال سفیان، آدم، عمران، محمد اور ابراہیم یہ سب عیینہ کے فرزند ہیں۔

ہ) تابعین میں چھ کی مثال محمد، انس، یحیٰ، معبد، حفصہ اور کریمہ یہ سب سیرین کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔

و) صحابہ میں سات کی مثال نعمان، معقل، عقیل، سوید، ستان، عبدالرحمٰن، اور عبداللہ یہ سب مقرن کے بیٹے ہیں۔

یہ سات کے سات مہاجر صحابہ ہیں اس فضیلت و سعادت میں کوئی بھی ان کا شریک نہیں [۱۹] سب کے سب ایک ہی باپ کے فرزند ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ سب غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔

۴ - اس عنوان پر مشہور ترین تصانیف

ا) کتاب الاخوۃ مصنفہ ابو المطرف بن فطیس الاندلسی۔

ب) کتاب الاخوۃ مصنفہ ابو العباس السراج [۲۰]۔

Marfat.com

متفق اور مختلف

- ۴ -

۱ - تعریف:

ا) متفق، اتفاق سے اسم فاعل اور مفترق، افتراق، سے اسم فاعل ہے یہ افتراق، اتفاق کی ضد ہے،

ب) اصطلاح حدیث میں یہ ہے کہ راویوں اور ان کے باپ دادوں کے ناموں میں رسم الخط اور تلفظ دونوں لحاظ سے یکسانیت ہو لیکن ان کی شخصیتیں الگ الگ ہوں اسی طرح ان کے نام اور کنیتیں یا ان کے نام اور نسبتیں یکساں ہوں [۲۱]

۲ - مثالیں:

ا) خلیل بن احمد، ایک ایسا نام ہے جس میں چھ اشخاص شریک ہیں، ان میں سے پہلے شخص مشہور نحوی سیبویہ کے استاد تھے۔

ب) احمد بن جعفر بن حمدان: ایک ہی زمانہ میں اس نام کے چار اشخاص تھے۔

ج) عمر بن الخطاب: اس نام کے چھ اشخاص تھے [۲۲]

۳ - اہمیت اور فوائد:

اس نوع کی معرفت بہت زیادہ اہم ہے اس سلسلے میں متعدد اکابر علماء کو بے خبری کے باعث ٹھوکر لگ چلی ہے اور اس کے فوائد میں سے یہ ہے،

ا) ایک ہی نام کے متعدد اشخاص کو ایک سمجھنے کی غلطی نہیں ہوگی جبکہ اس ایک نام کے متعدد افراد کی ایک جماعت ہے اور یہ اس "مہمل" کا عکس ہے، جس کے متعلق یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ایک کو دو نہ سمجھا جائے [۲۳]

ب) ایک ہی نام کے متعدد اشخاص کے درمیان اس پہلو سے بھی امتیاز ضروری ہے، کہ دو میں سے ایک ثقہ و عادل ہو اور دوسرا ہم نام ضعیف، کہیں ایسی صورت میں صحیح کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح وثقہ سمجھا جا سکتا ہے۔

۴ - اس کا ذکر کرنا کب مستحسن ہو گا؟

اس کا ذکر کرنا اس وقت مستحسن ہو گا، جب کسی ایک ہی زمانہ میں دو یا دو سے زائد ہم نام راوی جمع ہو جائیں، اور اپنے بعض شیوخ یا روایت لینے والوں میں شریک ہوں، لیکن جب ان کے درمیان بعد زمانی ہو تو پھر مشترک ناموں سے کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

Marfat.com

۵ - اس موضوع پر مشہور ترین تصانیف

ا) کتاب المتفق والمفترق مصنفہ خطیب بغدادی، اس موضوع پر یہ ایک جامع اور نفیس کتاب ہے [۲۴]

ب) کتاب الانساب المتفقہ مصنفہ حافظ محمد بن طاہر المتوفی سنہ ۵۰۷ھ یہ کتاب متفق کی خاص نوع سے تعلق رکھتی ہے۔

موتلف اور مختلف

- ۵ -

۱ - اس کی تعریف

ا) لغوی لحاظ سے الموتلف. "الائتلاف" سے اسم فاعل ہے، ائتلاف. اجتماع اور ملاقات کے معنی میں ہے. مختلف اختلاف سے اسم فاعل ہے اور یہ اتفاق کی ضد ہے۔ حدیث میں مفہوم یہ ہے کہ اسماء اور کنیتیں یا نسبتیں رسم الخط میں یکساں ہوں لیکن تلفظ میں مختلف ہوں،

۲ - اس کی مثالیں:

ا) سَلاَم اور سلاَّم: پہلا لفظ لام کی تخفیف کے ساتھ اور دوسرا تشدید لازم کے ساتھ ہے۔

ب) مِسوَر اور مُسوَّر: پہلا لفظ کسر میم، سکون سین اور واو کی تخفیف کے ساتھ ہے جبکہ دوسرا ضمہ میم، فتحہ سین اور تشدید واوَ کے ساتھ ہے۔

ح) "البزاز" اور "البزار" پہلے لفظ کا آخری حرف زاء ہے جبکہ دوسرے لفظ میں آخری حرف راء ہے۔

د) "الثوری" اور التوزی" میں پہلا لفظ ثاء اور راء کے ساتھ اور دوسرا لفظ "تاء اور "زاء" کے ساتھ ہے۔

۳ - کیا اس کے لئے کوئی ضابطہ ہے؟

ا) اکثر کا کوئی ضابطہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ بہت زیادہ بکھرے ہوئے ہیں۔ صرف حفظ کی بنا پر ہر نام کو الگ الگ ضبط کیا جا سکتا ہے۔

ب) ان میں سے بعض ایسے ہیں، جن کا ضابطہ ہے، ان کی دو قسمیں ہیں:

Marfat.com

۱ - کسی خاص کتاب یا چند کتب کی نسبت سے اس کا ضابطہ ہو، مثلاً ہم کہیں کہ صحیحین یا موطا میں جس جگہ بھی لفظ "یسار" آجائے، تو وہ "یاء" اور سین مہملہ کے ساتھ ہو گا۔ سوائے محمد بن "بشار" کے کہ وہ "یاء" اور "شین" کے ساتھ ہو گا۔

۲ - دوسری قسم وہ ہے جس کے لئے ایک عمومی ضابطہ ہوتا ہے۔ کسی خاص کتاب یا کتابوں کی نسبت سے نہیں ہوتا مثلاً ہم کہیں: "پانچ مقامات کے سوا "سلام" جہاں کہیں بھی استعمال ہو گا، لام کی تشدید کے ساتھ ہو گا" پھر ہم پانچ مقامات کا تذکرہ کر دیں۔

۴ - اس کی اہمیت اور فوائد:

موتلف اور مختلف "علم الرجال" کا ایک اہم ترین شعبہ ہے جس کی معرفت کو اس فن میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ علی بن المدینی نے کہا ہے کہ "سب سے زیادہ غلطیاں وہ ہیں جو نام پڑھنے میں ہوتی ہیں" اس لئے کہ ان میں نہ تو قیاس کا دخل ہے اور نہ ہی سباق و سیاق سے کوئی رہنمائی ملتی ہے[۲۵]

اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس علم میں مہارت رکھنے والا اپنے آپ کو غلطیوں میں پڑنے سے بچالیتا ہے۔

۵ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

ا) "الموتلف والمختلف" عبدالغنی بن سعید اس کے مصنف ہیں۔

ب) "الاکمال" ابن ماکولا کی تصنیف ہے اور اس پر ابوبکر بن نقطہ کے اضافی نوٹ ہیں۔

متشابہ[۲۶]

- ۶ -

۱ - تعریف:

لغوی لحاظ سے یہ لفظ تشابہ معنی تماثل کا اسم فاعل ہے یہاں متشابہ سے مراد "ملتبس" ہے، یعنی ایک ایسا لفظ یا نام جس میں التباس ہو جائے۔ قرآن کے متشابہات بھی اسی قبیل سے ہیں، یعنی جن کے

Marfat.com

معانی متعین کرنے میں التباس پایا جاتا ہو، اصطلاحی مفہوم یہ ہے، کہ راویوں کے ناموں میں رسم الخط اور تلفظ کے لحاظ سے یکسانیت ہو، لیکن ان کے آباء کے نام رسم الخط کے لحاظ سے یکساں ہوں لیکن تلفظ میں مختلف ہوں یا اس کے برعکس ہو [۲۷]

۲ - اس کی مثالیں:

ا) محمد بن عقیل عین مضموم کے ساتھ، اور محمد بن عقیل عین مفتوح کے ساتھ اس صورت میں رواۃ کے ناموں میں یکسانیت ہے اور ان کے آباء کے ناموں میں اختلاف واقع ہو گیا ہے۔

ب) "شریح بن النعمان" اور "سریج بن النعمان" رواۃ کے ناموں میں اختلاف ہے، لیکن آباء کے ناموں میں یکسانیت ہے۔

۳ - اس علم کا فائدہ:

اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ اسکے ذریعے راویوں کے نام منضبط ہو جاتے ہیں جس سے نہ تو تلفظ میں التباس پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی حروف میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ نیز ناموں کے متعلق کسی قسم کا وہم باقی نہیں رہتا۔

۴ - متشابہ کی دیگر اقسام:

متشابہ کے دائرہ میں بہت سی اور قسمیں بھی آتی ہیں، جس میں سے بعض اہم اقسام کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

ا) راوی اور اس کے باپ کے نام میں ایک یا دو حرفوں کے سوا یکسانیت ہو جیسا کہ "محمد بن حنین اور محمد بن جبیر"

ب) راوی کے نام اور باپ کے نام کے درمیان رسم الخط اور تلفظ میں یکسانیت ہو، لیکن تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے اختلاف واقع ہو جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱ - صرف دو ناموں میں جیسا کہ الاسود بن یزید اور یزید بن الاسود [۲۸]

۲ - بعض حروف میں جیسا کہ "ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار"

۵ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

ا) "تلخیص المتشابہ فی الرسم و حمایہ ما اشکل منہ عن بوادر التصحیف والوہم" مصنفہ خطیب بغدادی

ب) "تالی التلخیص" اس کے مصنف بھی خطیب بغدادی ہیں۔ یہ دراصل پہلی کتاب کا تتمہ یا ذیل ہے۔ تاہم یہ دونوں کتابیں اس موضوع پر بڑی نفیس کتابیں ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی [۲۹]

Marfat.com

مہمل

- ۷ -

۱ - تعریف:

ا) لغت کے لحاظ سے یہ لفظ "اھمال" سے اسم مفعول ہے، جس کے معنی ترک کر دیئے کے ہیں، گویا کہ راوی نے نام کو ذکر کئے بغیر چھوڑ دیا، نام کا تذکرہ ہوتا تو دوسرے سے امتیاز ہو جاتا۔ اصطلاحی مفہوم یہ ہے، کہ راوی ایسے دو اشخاص کا ذکر کرے جن کے صرف اپنے ناموں اور آباء کے ناموں میں یکسانیت ہو، اور ان دونوں کے درمیان کوئی ایسی علامت موجود نہ ہو، جس سے ناموں کے درمیان امتیاز پیدا ہو سکے۔

۲ - اھمال کب مضر ہوتا ہے؟

اہمال اس وقت مضر ہوتا ہے جب ایسے دو اشخاص سے روایت لی گئی ہو جن میں سے ایک ثقہ ہو اور دوسرا ضعیف، اس صورت میں یہ نہیں معلوم ہو سکتا، کہ یہ روایت ان میں سے کس سے لی گئی ہے؟ ہو سکتا ہے کہ دونوں میں سے جو ضعیف ہو اس سے روایت لی گئی ہو اور اس بنا پر حدیث ضعیف قرار دی جائے۔ لیکن جب اس نام والے دونوں شخص ثقہ ہوں تو پھر اھمال صحت حدیث کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، اس لئے ان دونوں ثقہ اشخاص میں سے جو کوئی بھی ہو، حدیث بہرحال صحیح شمار ہو گی۔

۳ - اس کی مثال:

ا) جب دونوں ثقہ ہوں: امام بخاری اپنی صحیح میں احمد سے روایت کرتے ہیں اور احمد کی نسبت کا ذکر نہیں کرتے پھر احمد کی روایت وھب سے ہوتی ہے، اس صورت میں احمد سے مراد یا تو احمد بن صالح ہوں گے یا احمد بن عیسیٰ اور یہ دونوں ثقہ ہیں۔

ب) جب ان دونوں میں سے ایک ثقہ ہو، اور دوسرا ضعیف، جیسا کہ سلیمان بن داؤد نامی دو شخص ہیں ان میں سے ایک الخولانی ہے اور دوسرا الیمامی، خولانی ثقہ ہے، لیکن یمامی ضعیف ہے۔

۴ - مہمل اور مبہم کے درمیان فرق:

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مہمل راوی کا نام ذکر کیا جاتا ہے، مگر اس کی تعیین مشتبہ

Marfat.com

ہوتی ہے اور مبہم میں نام بھی ذکر نہیں کیا جاتا۔

۵ - مشہور تصنیف:

اس عنوان کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف خطیب کی ہے جس کا نام "المکمل فی بیان المہمل" ہے۔

مبہمات کی پہچان

- ۸ -

۱ - تعریف:

ا) لغت کے لحاظ سے مبہمات مبہم کی جمع ہے اور یہ ابہام سے اسم مفعول اور ایضاح کی ضد ہے۔

ب) متن حدیث یا اسناد میں جس شخص کے نام میں ابہام ہو اصطلاح میں اسے مبہم کہتے ہیں خواہ وہ راوی ہو یا ایسا شخص جس کا اس روایت سے کوئی تعلق ہو۔

۲ - فوائد بحث:

ا) اگر ابہام سند میں ہو. تو اس سے راوی کی معرفت حاصل ہوتی ہے اگر ثقہ ہو تو ہم روایت پر صحیح ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور اگر ضعیف ہو تو روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

ب) اگر ابہام متن میں ہو. تو اس بحث کے بڑے فوائد ہیں، جن میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ صاحب واقعہ کی معرفت یا سائل کا نام معلوم ہو جاتا ہے اگر حدیث میں ان کی کوئی منقبت بیان کی گئی ہو، تو ہم اس کی فضیلت جان لیتے ہیں اور اگر اس کا عکس ہو تو ہم اسے پہچان کر افاضل صحابہ کے متعلق بدگمانی کرنے سے بچ جاتے ہیں۔

۳ - مبہم کو کیسے پہچانا جاتا ہے؟

مبہم کو درج ذیل دو طریقوں میں سے ایک کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔

ا) بعض دوسری روایات میں اس کا ذکر اس کے نام کے ساتھ آتا ہے۔

ب) اہل سیر نے بہت سے مبہمات کا واضح الفاظ میں ذکر کر دیا ہے، جسے ان کی پہچان کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

۴ - اس کی اقسام:

شدت ابہام اور عدم شدت کی بنا پر اس کی چار قسمیں کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے ان کا ذکر ہو گا جن میں شدت ابہام سب سے زیادہ ہے۔ شدید نوعیت کے ابہام سے جہاں ابتداء کی جا رہی ہے۔

ا) مرد ہے یا عورت: ابن عباس کی حدیث ہے کہ "ایک شخص" نے سوال کیا، یا رسول اللہ "الحج کل عام؟" (کیا ہر سال حج کیا جائے گا؟) "یہ شخص" اقرع بن حابس تھے۔

ب) بیٹا اور بیٹی: بھائی اور بہن، بھتیجا اور بھانجا، بھتیجی اور اور بھانجی کا بھی ان کے ساتھ الحاق کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ام عطیہ کی حدیث میں حضور کی "بیٹی" کے غسل کے سلسلے میں ان کی میت کو پانی میں بیری کے پتے ابال کر غسل دیا گیا۔ یہ "بیٹی" حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔

ح) چچا اور پھوپھی: ان کے ساتھ ماموں، خالہ، چچا زاد بھائی بہن، پھوپھی زاد بھائی بہن، ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی بہن کو بھی شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ رافع بن خدیج کی حدیث جو انہوں نے اپنے "چچا" سے روایت کر کے مخابرہ (یعنی بٹائی پر پر کھیتی کرنا) سے نہی کے سلسلے میں بیان کی ہے۔ اس میں ان کے چچا کا نام ظہیر بن رافع ہے، اس طرح جابر کی "پھوپھی" کی حدیث جو غزوہ احد میں اپنے والد کی شہادت پر روئی تھیں اس "پھوپھی" کا نام فاطمہ بنت عمرو ہے۔

د) شوہر اور بیوی جیسا کہ صحیحین کی حدیث جو سبیعہ کے "خاوند" کی وفات کے سلسلے میں ہے ان کا نام سعد بن خولہ تھا اسی طرح "زوجہ" عبدالرحمٰن بن زبیر کی حدیث جو رفاعہ القرظی کے نکاح میں تھی، پھر اسے طلاق ہو گئی تھی۔ اس "بیوی" کا نام تمیمہ بنت وھب تھا۔

۵ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

متعدد علماء نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ عبدالغنی بن سعید، خطیب بغدادی اور نووی بھی ان میں شامل ہیں۔ اس سلسلے کی سب سے بہتر اور مفید کتاب ولی الدین عراقی کی "المستفاد من مبہمات المتن والاسناد" ہے۔

Marfat.com

وحدان کی پہچان

- ۹ -

۱ - تعریف:

ا) لغوی تحقیق: واو کے ضمہ کے ساتھ لفظ واحد کی جمع ہے۔

ب) اصطلاحی مفہوم: ایسے راوی جن میں سے ہر ایک سے ایک ایک راوی نے روایت لی ہو۔

۲ - اس کا فائدہ:

سلسلہ سند میں جو شخص مجہول العین ہو یعنی جس کی ذات و شخصیت سے کوئی واقف نہ ہو، اس کی پہچان ہو جاتی ہے اور اگر وہ صحابی نہ ہو اس کی روایت رد کر دی جاتی ہے۔

۳ - اس کی مثالیں:

ا) صحابہ میں سے عروہ بن مضرس ہیں، جن سے شعبی کے سوا کسی نے روایت نہیں کی، اور مسیّب بن حزن ہیں، جن سے ان کے بیٹے سعید کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔

ب) تابعین میں سے ابو العشراء ایسے شخص ہیں جن سے حماد بن سلمہ کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔

۴ - کیا شیخین نے اپنی صحیحین میں وحدان سے بھی روایات لی ہیں؟

ا) اگرچہ حاکم نے "المدخل" میں ذکر کیا ہے کہ شیخین اس نوعیت کی کوئی حدیث اپنی کتب میں روایت نہیں کی۔

ب) لیکن جمہور محدثین نے کہا ہے کہ صحیحین میں بکثرت ایسی احادیث موجود ہیں، جن کی روایت صرف ایک صحابی سے ہوئی ہے۔

ا - مسیّب کی حدیث، جو ابو طالب کی وفات کے سلسلے میں شیخین اپنی کتابوں میں لائے ہیں۔

۲ - قیس بن ابی حازم کی حدیث جو مرداس سلمی سے روایت کی گئی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "یذھب الصالحون الاول فالاولؑ (نیک لوگ جنت میں اپنے اچھے اعمال کی ترتیب سے جائیں گے) یعنی جن کے اعمال جس قدر زیادہ اچھے ہوں گے وہ اسی قدر پہلے جنت میں جائیں گے۔ اس میں مرداس سے

Marfat.com

روایت کرنے والا قیس کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

۵ - مشہور تصنیف:

اس موضوع پر ممتاز و مشہور ترین تصنیف، امام مسلم کی کتاب "المنفردات والوحدان"

ایسے اشخاص کی پہچان جن کا ذکر مختلف ناموں یا صفات سے کیا گیا ہو۔

- ۱۰ -

۱ - تعریف:

یہ ایک ایسا راوی ہے، جس کو مختلف ناموں، القاب یا کنیتوں سے موسوم کیا جاتا ہو یہ ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور متعدد بھی۔

۲ - اس کی مثال:

محمد بن السائب الکلبی ہے، جس کو بعض لوگوں نے "ابو النصر" سے موسوم کیا ہے بعض نے اسے حماد بن السائب کہا ہے اور بعض نے اسے ابو سعید کہا ہے۔

۳ - اس کے فوائد:

ا) اس پہچان کے ذریعے ایک شخص کے ناموں میں التباس کو ختم کر دیا جاتا ہے تاکہ یہ گمان ختم ہو جائے کہ یہ متعدد افراد نہیں ہیں بلکہ ایک ہی شخص ہے۔

ب) اس کے ذریعے شیوخ کی تدلیس سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔

۴ - خطیب نے اپنے شیوخ کے سلسلے میں یہی رویہ اختیار کیا ہے۔

وہ اپنی کتب میں ابو القاسم ازھری سے، عبداللہ بن ابو الفتح فارسی سے، عبیداللہ بن عثمان صیرفی سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان سب ناموں سے مراد ایک ہی شخص ہے۔

۵ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

ا) "ایضاح الاشکال" حافظ عبدالغنی بن سعید اس کے مصنف ہیں۔

ب) "موضح اوھام الجمع والتفریق" خطیب کی تصنیف ہے۔

Marfat.com

نام، کنیت اور القاب کے مفردات کی پہچان

- ۱۱ -

۱ - مفردات سے مراد:

مفردات سے مراد یہ ہے کہ صحابہ میں سے کسی فرد یا عام رواۃ یا علماء میں سے کسی شخص کی ایسی کنیت نام یا لقب ہو، کہ اس میں علماء اور رواۃ میں سے کوئی اس کا شریک نہ ہو، اکثراوقات یہ مفردات ایسے غریب اور قلیل الاستعمال الفاظ ہوتے ہیں جن کا زبان پر چڑھنا مشکل ہوتا ہے۔

۲ - ان مفردات کی پہچان کا فائدہ:

ان مفردات کی پہچان کا فائدہ یہ ہے کہ قاری ایسے غریب اور قلیل الاستعمال ناموں میں تصحیف و تحریف یعنی حرفوں کے الٹ پھیر اور ان کی حرکات میں غلطی سے بچ جاتا ہے۔

۳ - مثالیں:

ا) نام:

ا - صحابہ میں سے احمد بن عجیان، بروزن سفیان یا علیان اور "سندر" بروزن جعفر،

ا - غیر صحابہ میں سے: "اوسط بن عمرو" "ضریب" بن نفیر بن سمیر،

ب) کنیتین:

ا - صحابہ میں سے: "ابوالحمراء" جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے غلام تھے، جن کا نام مہران تھا،

۲ - غیر صحابہ سے: "ابوالعبیدین" جن کا نام معاویہ ابن سبرۃ تھا۔

ح) القاب:

ا - صحابہ میں سے: "سفینہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے غلام جن کا نام مہران تھا۔

۲ - غیر صحابہ سے: "مندل" جن کا نام عمر بن علی الغزی الکوفی تھا۔

۴ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

حافظ احمد بن ہارون بردیجی نے "اسماء مفردہ" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اس کے علاوہ کتب تراجم کے آخر میں بہت سے ایسے نام، القاب اور کنیّتوں کے متعلق معلومات مل جاتی ہیں۔

ایسے لوگوں کے ناموں کی پہچان جو اپنی کنیّتوں سے مشہور ہیں

- ۱۲ -

۱ - اس بحث سے مراد:

اس بحث سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنی کنیّتوں سے مشہور ہیں، ان کے نام معلوم کرنے کی تحقیق کی جائے، تاکہ ان میں سے ہر ایک کا غیر مشہور نام معلوم ہو جائے۔

۲ - فوائد:

اس بحث کا خاص فائدہ یہ ہے کہ ایک شخص کو دو اشخاص نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص کا اس کے غیر معروف نام سے ذکر کیا جائے، اور دوسری دفعہ اس کی معروف کنیت کے ذریعے اس کا ذکر ہو اور جو شخص اس بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا ہو، اس پر معاملہ مشتبہ ہو جائے، جس کے نتیجے میں وہ اسے دو الگ اشخاص سمجھ بیٹھے جب کہ حقیقت میں وہ ایک ہی شخص ہو۔

۳ - اس موضوع پر تصنیف کا طریقہ:

کنیّتوں کے موضوع پر مصنّفین اپنی تصنیفات کے ابواب کنیّتوں کے حروف معجم یعنی نقطے والے حرفوں کے اعتبار سے ترتیب دیں گے بعد میں کنیت رکھنے والوں کے نام لکھیں گے، مثلاً "ہمزہ" کے بارے میں ابواسحٰق کا تذکرہ کر کے پھر اس کا نام لکھیں گے۔ اور "باء" کے باب میں "ابو بشر" کا ذکر کر کے اس کا نام بیان کریں گے۔

۴ - کنیت والوں کی اقسام اور ان کی مثالیں:

ا) وہ شخص جس کا نام اور کنیت ایک ہو، اس کے علاوہ اس کا کوئی اور نام نہ ہو، مثلاً "ابو بلال اشعری" اس کی جو کنیت ہے وہی اس کا نام بھی ہے۔

ب) وہ شخص جو اپنی کنیت سے معروف ہو، اور کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا کوئی نام بھی ہے یا نہیں، مثلاً "ابو انس" صحابی ہیں۔

ح) وہ شخص جو اپنی کنیت سے معروف ہو، اور اس کا نام بھی ہو اس کے علاوہ اس کی کوئی اور

Marfat.com

کنیت بھی ہے، مثلاً "ابوتراب" حضرت علی بن ابی طالب کا لقب ہے۔
آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔

د) وہ شخص جس کی دو یا اس سے زیادہ کنیتیں ہوں مثلاً "ابن جریج" کی کنیت ابوالولید بھی ہے اور ابو خالد بھی ہے۔

ھ) وہ شخص جس کی کنیت میں اختلاف ہو، مثلاً اسامہ بن زید، کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابو محمد ہے، اور بعض نے کہا ہے، کہ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے، اس طرح ابو خارجہ بھی بتائی گئی ہے۔

و) وہ شخص جس کی کنیت معروف ہو، لیکن اس کے نام میں اختلاف ہو مثلاً ابوہریرہ، ان کے نام اور ان کے والد کے نام میں اختلاف تیس اقوال پر مشتمل ہے، جن میں سے سب زیادہ مشہور قول کے مطابق آپ کا نام عبدالرحمٰن بن صخر ہے۔

ز) وہ شخص جس کے نام اور کنیت دونوں میں اختلاف ہو مثلاً "سفینہ" کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عمیر ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام صالح ہے، یہ بھی کہا گیا ہے، کہ اس کا نام مہران ہے، اور اس کی کنیت میں متعدد اقوال ہیں ایک قول کے مطابق ابو عبدالرحمٰن ہے اور دوسرے قول کے مطابق ابو البختری ہے۔

ح) وہ شخص جو اپنے نام اور کنیت دونوں سے مشہور ہو، مثلاً "سفیان ثوری، مالک، محمد بن ادریس الشافعی، احمد بن حنبل" ان حضرات میں سے ہر ایک کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور مثلاً ابو حنیفہ نعمان بن ثابت۔

ط) وہ شخص جو اپنی کنیت سے مشہور ہو لیکن لوگ اس کا نام بھی جانتے ہوں مثلاً "ابو ادریس الخولانی، جن کا نام عائذاللہ ہے۔

ح) وہ شخص جو اپنے نام سے مشہور ہو لیکن اس کی کنیت سے بھی لوگ آگاہ ہوں: مثلاً "طلحہ بن عبیداللہ التیمی اور عبدالرحمٰن بن عوف، اور حسن بن علی بن ابی طالب" ان سب کی کنیت "ابو محمد" ہے۔

۵ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

کنیتوں کے موضوع پر علماء نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان مصنفین میں علی بن المدینی، امام مسلم اور امام نسائی وغیرہ ہیں، تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور کتاب "الکنی والاسماء" ہے جو ابوالبشر محمد بن احمد الاولابی المتوفی سنہ ۳۱۰ھ کی تصنیف ہے۔

Marfat.com

القاب کی پہچان

- ۱۳ -

۱ - لغوی تعریف:

القاب لقب کی جمع ہے. اور لقب ہر وہ وصف ہے جو بلندی یا پستی پر نشاندہی کرے یا تعریف یا مذمت کا پہلو اجاگر کرے۔

۲ - اس بحث سے مراد:

محدثین اور رواۃ حدیث کے القاب کی تحقیق و تفتیش ہے تاکہ ان کی معرفت ہو جائے اور انہیں درست طریقے سے منضبط کر لیا جائے

۳ - اس کا فائدہ:

القاب کی معرفت کے دو فائدے ہیں۔

ا) القاب کو نام نہ خیال کیا جائے اور شخص جس کا تذکرہ کبھی نام کے ساتھ ہوتا ہو اور کبھی لقب سے اسے غلطی سے دو شخص سمجھنے کی بجائے حقیقت کے مطابق ایک ہی شخص تصور کیا جائے۔

ب) اس سبب سے آگاہی جس کے باعث وہ راوی اس لقب سے مشہور ہو گیا ہو، اس طرح اس لقب کی حقیقی مراد معلوم ہو سکے گی، جو بسا اوقات اس لقب کے ظاہری معنی کے خلاف ہوتی ہے۔

۴ - اس کی اقسام:

القاب کی دو قسمیں ہیں۔

ا) وہ جس سے مشہور کرنا جائز ہی نہیں ہوتا اور وہ ایسا ہی لقب ہے جسے متعلقہ شخص پسند نہیں کرتا ہے۔

ب) وہ جس سے مشہور کرنا جائز ہے وہ ایسا لقب ہے جو متعلقہ شخص کو ناپسند نہیں ہوتا۔

۵ - ان کی مثالیں:

ا) ضال: یہ لقب معاویہ بن عبدالکریم ضال کا ہے۔ یہ لقب اس کو اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ مکہ مکرمہ جاتے ہوئے راستہ بھول گیا تھا۔

ب) ضعیف: یہ عبداللہ بن محمد ضعیف کا لقب ہے یہ لقب ان کو اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ

Marfat.com

جسمانی لحاظ سے کمزور تھے۔ روایت حدیث میں کمزور نہ تھے. عبدالغنی بن سعید نے کہا ہے: "دو بڑے آدمی ایسے ہیں، جن کے ساتھ دو بڑے لقب چپک گئے ہیں، ایک ضال اور دوسرا ضعیف"۔

ح) غندر: یہ لفظ اھل حجاز کی زبان میں مشغب (بہت زیادہ شور کرنے والا) کے ہم معنی ہے۔ اور یہ لقب محمد بن جعفر کا ہے جو مشہور محدث شعبہ کے رفیق تھے۔ اس لقب سے ملقب ہونے کی وجہ بھی یہ بیان کی گئی ہے. کہ ابن جریج بصرہ آئے. انہوں نے حسن بصری کی روایت سے ایک حدیث بیان کی. جس پر لوگوں نے شور و غوغا کیا۔ محمد بن جعفر نے اس پر بہت زیادہ شور مچایا. جس پر ابن جریج نے ان سے کہا: "اے غندر چپ رہو" اس کے بعد سے محمد بن جعفر کا لقب غندر پڑ گیا۔

د) "غنجار": عیسیٰ بن موسی تیمی کا لقب ہے۔ یہ لقب اس کے سرخ رخساروں کے باعث اس کو دیا گیا۔

ھ) "صاعقہ": محمد ابراہیم حافظ الحدیث کا لقب ہے. اس سے بخاری نے بھی روایت کی ہے، یہ لقب انہیں ان کی قوت حافظہ کی تیزی اور بہترین یادداشت کے باعث دیا گیا تھا۔

و) مشکدانہ: عبداللہ بن عمر اموی کا لقب ہے۔ فارسی میں اس کے معنی دانہ مشک یا خانہ مشک ہے

ز) مطین: ابو جعفر حضرمی کا لقب ہے، یہ لقب ان کو اسلئے دیا گیا. کہ وہ بچپن میں بچوں کے ساتھ مٹی اور پانی سے کھیلا کرتے تھے. بچے ان کی پیٹھ پر گارا مل دیتے تھے. ابو نعیم نے ایک بار ان کو پکارا: "یامطین! لم لاتحضر مجلس العلم؟ اے مطین! علمی مجلس میں کیوں نہیں جاتے۔

۶ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

اس موضوع پر متقدمین اور متاخرین علماء کی ایک بڑی جماعت نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ بہتر اور مختصر کتاب حافظ ابن حجر کی "نزہۃ الالباب" ہے۔

آباء کی بجائے اپنے دوسروں کی طرف نسبت رکھنے والوں کی پہچان

- ۱۴ -

۱ - اس بحث کا مقصد:

اس بحث کا مقصد یہ ہے کہ ایسے اشخاص جن کی نسبت اپنے آباء کی بجائے کسی قریبی رشتہ دار مثلاً ماں یا دادا یا کسی اجنبی مثلاً مربی کی طرف ہو رہی ہو، اس کے بعد ان کے آباء کے ناموں کی شناخت کی جائے۔

۲ - فائدہ:

ان کے آباء کی طرف نسبت کے باعث تعدد رواۃ کا جو وہم پیدا ہو سکتا ہے اسے دور کیا جائے۔

۳ - اس کی اقسام اور اس کی مثالیں:

ا) وہ شخص جو اپنی ماں کی طرف منسوب ہو: مثلاً معاذ، معوذ اور عوذ جو عفراء کے بیٹے تھے اور ان کے والد کا نام حارث ہے، اور مثلاً بلال بن حمامہ، ان کے والد کا نام رباح ہے حمامہ ان کی ماں کا نام ہے۔ یا مثلاً محمد بن حنفیہ ان کے والد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔

ب) وہ شخص جو اپنی دادی کی طرف منسوب ہو: دادی حقیقی ہو یا دور کی، مثلاً یعلی بن منیہ ان کے والد کا نام امیہ ہے، منیہ اس کی حقیقی دادی کا نام ہے یا مثلاً بشیر بن الخصاصیہ ان کے کے والد معبد ہیں اوز خصاصیہ ان کی تیسری پشت کے دادا کی ماں کا نام ہے۔

ح) وہ شخص جس کی نسبت اس کے دادا کی طرف ہو: مثلاً ابو عبیدہ بن الجراح، ان کا اصل نام عامر بن عبد اللہ بن الجراح ہے اور مثلاً احمد بن حنبل یہ بھی دراصل احمد بن محمد بن حنبل ہیں۔

د) وہ شخص جس کی نسبت بالکل اجنبی کی طرف کسی وجہ سے ہو جائے: مثلاً مقداد بن عمرو الکندی، جن کو مقداد بن الاسود بھی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ انہیں اسود بن عبدیغوث نے گود لے کر اپنا متبنّیٰ یعنی منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔

۴ - اس موضوع پر مشہور تصنیف:
اس موضوع پر میں کسی مصنف کو نہیں جانتا، لیکن تراجم کی کتابوں میں بالعموم ہر راوی کی نسبت کا تذکرہ ہوتا ہے خاص کر تراجم کی ضخیم کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔

ان نسبتوں کی پہچان جو اپنے ظاہر کے خلاف ہوں

- ۱۵ -

۱ - تمہید:
راویوں کی ایک ایسی تعداد بھی ہے جس کی نسبت کسی مقام، غزوہ، یا قبیلہ یا ہنر کی طرف ہوتی ہے۔ لیکن بالعموم اس سے وہ نسبت مراد نہیں ہوتی، جس کی طرف بظاہر ذہن منتقل ہوتا ہے بلکہ حقیقت میں یہ نسبت بعض عوارض کے باعث قائم ہو جاتی ہے، مثلاً کوئی شخص کسی خاص جگہ پر پہنچ کر سکونت پذیر ہو گیا یا کسی خاص صفت یا پیشہ کے لوگوں کے ساتھ اس کی ہم نشینی ہو گئی یا کوئی اور وجہ پیش آئی جس کی بناء پر اس کی نسبت اس طرف ہو گئی۔
۲ - فائدہ:
اس بحث کا فائدہ یہ ہے کہ یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے، کہ یہ نسبتیں دراصل حقیقی نسبتیں نہیں ہیں۔ بلکہ محض بعض عوارض کے باعث ان کی طرف نسبت ہو گئی ہے۔ نیز یہ کہ وہ سبب بھی دریافت ہو جائے جس کی بنا پر یہ نسبت قائم ہوئی ہے۔
۳ - اس کی مثالیں:
ا) ابو مسعود البدری: غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ جاکر مقام بدر میں سکونت پذیر ہو گئے، پھر اس کی طرف منسوب ہو گئے۔
ب) یزید الفقیر: یہ فقیر نہیں تھے، البتہ ان کی ریڑھ کی ہڈی میں زخم آ گئے تھے، اس لئے فقیر کہلائے۔
ح) خالد الحذاء: یہ حذاء یعنی موچی نہیں تھے، البتہ اس پیشہ سے تعلق رکھنے والوں کے پاس جاکر بیٹھا کرتے تھے۔
۴ - انساب پر سب سے زیادہ مشہور تصانیف:
"الانساب" اس کے مصنف سمعانی ہیں ابن الاثیر نے اس کتاب کی "اللباب فی تہذیب

Marfat.com

الانساب" کے نام سے تلخیص کی پھر سیوطی نے اس ملخص کا بھی لب اللباب کے نام سے خلاصہ لکھا۔

رواۃ کی تواریخ کی پہچان

- ۱۶ -

۱ - تعریف:

ا) لغت میں: تواریخ دراصل تاریخ کی جمع ہے۔ جو "اَرّخ" کا مصدر ہے. تلفظ کی سہولت کے لئے ہمزہ کو الف سے بدل دیا گیا ہے۔

ب) اصطلاح میں تاریخ اس وقت کی تعیین و بیان کو کہتے ہیں جس کی مدد سے اس میں پیش آنے والے احوال مثلاً ولادتؒ، وفات اور واقعات کو منضبط کیا جاتا ہے۔

۲ - تاریخ سے مراد:

یہاں تاریخ سے مقصد یہ ہے کہ رواۃ کی تاریخ ولادت، شیوخ سے احادیث سماع، بعض شہروں میں ان کی آمد اور ان کی وفات وغیرہ، معلوم کرنا ہے۔

۳ - اس کی اہمیت اور فوائد:

یہ بڑا اہم فن ہے، سفیان ثوری کہتے ہیں: "جب ایسے حالات سامنے آئے کہ راویوں نے بھی کذب بیانی کا رویہ اختیار کیا، تو ہم نے بھی تاریخ کا اہتمام شروع کر دیا" (تاکہ جھوٹ کی گنجائش کم سے کم رہ جائے۔) اس کے فوائد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سند کے اتصال اور انقطاع کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔

اس طرح کچھ لوگوں نے کچھ دوسرے لوگوں سے روایت کرنے کا دعوی کیا جب ان کی تاریخ پر غور کیا گیا، تو ظاہر ہو گیا کہ ان لوگوں نے ان کی وفات کے کئی سال بعد روایات بیان کی ہیں۔

۴ - تاریخ کے بہتے ہوئے دھارے سے کچھ مثالیں:

ا) حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے دونوں رفقاء حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہا کی عمروں کے متعلق صحیح روایت یہی ہے کہ ۶۳ برس تھی۔

ا - حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات بروز دوشنبہ بوقت چاشت، ۱۲ ربیع

Marfat.com

الاول سنہ ۱۱ھج کو ہوئی۔

۲ ۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات جمادی الاول ۱۳ھ میں ہوئی۔

۳ ۔ حضرت عمرؓ کی وفات ذی الحجہ ۲۳ھ میں ہوئی۔

۴ ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۲ سال تھی بعض کے خیال میں ۹۰ سال تھی۔

۵ ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت رمضان ۴۰ھ میں ہوئی. اس وقت ان کی عمر ۶۳ برس کو پہنچ چکی تھی۔

ب) دو ایسے صحابی ہیں. جنہوں نے اپنی عمر کے ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں گزارے. اور ساٹھ برس زمانہ اسلام میں اور ۵۴ ہجری میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی. وہ دونوں حکیم بن حزام اور حسان بن ثابت ہیں۔

ح) ایسے ائمہ مجتہدین جن کے فقہی مذاہب پر لوگ عمل پیرا ہیں۔

نام صحابہ	سال ولادت	سال وفات
۱ ۔ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت	۸۰ھ	۱۵۰ھ
۲ ۔ مالک بن انس	۹۳ھ	۱۷۹ھ
۳ ۔ محمد بن ادریس شافعی	۱۵۰ھ	۲۰۴ھ
۴ ۔ احمد بن حنبل	۱۶۴ھ	۲۴۱ھ

د) حدیث کی معتمد ترین کتب کے مولفین

۱ ۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری	۱۹۴ھ	۲۵۶ھ
۲ ۔ مسلم بن الحجاج نیشاپوری	۲۰۴ھ	۲۶۱ھ
۳ ۔ ابو داؤد سجستانی	۲۰۲ھ	۲۷۵ھ
۴ ۔ ابو عیسیٰ ترمذی	۲۰۹ھ	۲۷۹ھ
۵ ۔ احمد بن شعیب نسائی	۲۱۴ھ	۳۰۳ھ
۶ ۔ ابن ماجہ قزوینی	۲۰۷ھ	۲۷۵ھ

۵ ۔ اس عنوان پر سب سے زیادہ مشہور کتب:

ا) "کتاب الوفیات" جس کے مصنف محدث دمشق ابن زبیر محمد بن عبیداللہ الربعی المتوفی ۳۷۹ھ ہیں انہوں نے اس کتاب کو سالوں کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے.

ب) مذکورہ بالا کتاب پر ذیول یعنی نوٹ اور حواشی پہلے الکتانی. پھر الاکفانی اور پھر العراقی نے تحریر کئے ہیں۔

Marfat.com

ثقات میں سے جو لوگ دماغی فتور میں مبتلا ہو گئے ان کی پہچان

- ۱۷ -

۱ - اختلاط کی تعریف:

ا) لغت میں اختلاط فساد عقل یا دماغی فتور کو کہتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے، "اختلاط فلان" اس کی عقل میں فساد پیدا ہو گیا۔ (قاموس)

ب) اصطلاح میں اختلاط فساد عقل یا قول و فعل میں عدم توازن کو کہتے ہیں جو بڑھاپے یا بینائی زائل ہونے یا کتابیں وغیرہ جل کر ضائع ہو جانے کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔

۲ - دماغی عدم توازن کا شکار ہونے والوں کی قسمیں:

ا) بڑھاپے کی بنا پر: مثلاً عطاء بن السائب الثقفی الکوفی

ب) بینائی زائل ہونے کی بنا پر: مثلاً عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی نابینا ہو جانے کے بعد ان کو حدیث کی تلقین کی جاتی تھی، یعنی بالمشافہ سمجھائی جاتی تھی پھر وہ اسے سمجھ جاتے تھے۔

ح) دیگر اسباب کی بنا پر: مثلاً عبداللہ بن لھیعہ مصری اپنا کتب خانہ جل جانے کے باعث دماغی توازن کھو بیٹھے تھے۔

۳ - ایسے شخص کی روایت کا حکم:

ا) دماغی توازن بگڑنے سے قبل ان سے جو روایت ہوئی ہو گی وہ قابل قبول ہو گی۔

ب) اس کے بعد جو روایت ہو گی وہ قابل قبول نہ ہو گی۔ اسی طرح وہ روایت بھی ناقابل قبول ہو گی، جس کے متعلق یہ شک پیدا ہو جائے، کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔

۴ - اس کی اہمیت و افادیت:

یہ بہت ہی اہم فن ہے۔ اس کی افادیت اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ اس کے ذریعے کسی ثقہ کی ان روایات کا پتہ لگایا جاتا ہے جو اس مرض کے لاحق ہونے کے بعد کی ہوتی ہیں اور پھر انہیں رد کر دیا جاتا ہے۔

۵ - کیا شیخین اپنی صحیحین میں ایسی حدیثیں بھی لاتے ہیں، جن کو ایسے ثقہ راویوں نے روایت کیا جن پر اختلاط طاری ہو گیا ہو؟

Marfat.com

جواب ہے کہ وہ ایسی حدیثیں لائے ہیں، لیکن صرف ایسی حدیثیں جن کے متعلق یہ معلوم ہو گیا ہو کہ یہ اختلاط سے پہلے کی ہیں۔

۶ - اس موضوع پر مشہور تصانیف:

اس موضوع پر متعدد علماء کبار نے کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً علائی اور حازمی وغیرہ، اسی طرح کی ایک کتاب "الاعتبار بمن رمی بالاختلاط" ہے جس کے مصنف حافظ ابراہیم ابن محمد سبط العجمی المتوفی سنہ ۸۴۱ھ ہیں۔

علماء اور رواۃ کے طبقات کی پہچان

- ۱۸ -

۱ - طبقہ کی تعریف:

ا) لغت میں باہم مشابہ لوگوں کو طبقہ کہا جاتا ہے۔

ب) اصطلاح میں یہ ایسے لوگوں کو کہتے ہیں، جو اپنی عمروں اور اسناد میں یا صرف ایک دوسرے سے بہت قریب ہوں۔[۳۱] تقارب فی الاسناد کے معنی یہ ہیں، کہ ایک شخص کے جو لوگ شیوخ ہوں، وہی دوسرے کے شیوخ ہوں، یا اس کے شیوخ کے قریب قریب ہوں۔

۲ - طبقہ کی معرفت کا فائدہ:

ا) اس کا فائدہ یہ ہے کہ کیفیت اور نام میں مشابہت رکھنے والوں کے درمیان ایک دوسرے میں تداخل سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، اس لئے کہ کبھی دو نام ہم لفظ ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ہر ایک پر دوسرے کے گمان کا امکان پیدا ہو جاتا ہے لیکن ان دونوں کے طبقات کا علم ہو جانے سے دونوں اشخاص کے درمیان امتیاز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

ب) عنعنہ کی حقیقی مراد معلوم ہو جاتی ہے۔

۳ - دو راوی ایک اعتبار سے:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ دو راوی ایک اعتبار سے ایک ہی طبقہ میں شمار ہوتے ہیں، لیکن دوسرے اعتبار سے دو طبقوں میں شمار ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ انس بن مالک اور ان کی طرح کے کم عمر

Marfat.com

صحابہ. جو ایک طرف طبقہ عشرہ مبشرہ کے ساتھ اس لحاظ سے شریک ہیں. کہ یہ بھی صحابہ ہیں، اسلئے کہ جملہ صحابہ کرام ایک ہی طبقہ میں شمار ہوتے ہیں، دوسری طرف اسلام میں سبقت کے لحاظ سے صحابہ کرام کے بھی دس کے قریب طبقات بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ معرفۃ الصحابہ کے عنوان میں گزر چکا ہے. اس لحاظ سے حضرت انس بن مالک اور ان کی طرح کے دوسرے افراد عشرہ مبشرہ کے طبقہ میں شمار نہیں ہو سکتے۔

۴ - ناظر کی اس سلسلے میں کیا ذمہ داری ہے؟

علم طبقات کے ناظر کے لئے ضروری ہے کہ وہ رواۃ کی تاریخ پیدائش اور وفات کا علم رکھتا ہو. اور اس کو یہ بھی علم ہو. کہ انہوں نے کن کن لوگوں سے روایات لی ہے. اور خود ان سے کن کن لوگوں نے روایات لی ہیں۔

۵ - اس عنوان پر مشہور ترین تصانیف:

ا) کتاب "الطبقات الکبری" ابن سعد اس کے مصنف ہیں۔

ب) کتاب "طبقات القراء" ابو عمرو دانی کی یہ تصنیف ہے۔

ح) کتاب "طبقات الشافعیہ الکبری" عبدالوھاب سبکی اس کے مضنف ہیں۔

د) "تذکرۃ الحفاظ" مصنفہ امام ذہبی۔

ایسے علماء اور رواۃ کی پہچان جو موالی تھے

- ۱۹ -

۱ - مولی کی تعریف:

ا) لغت میں موالی: مولیٰ کی جمع ہے، اور مولیٰ کا لفظ. اضداد میں سے ہے. اس کا اطلاق. مالک اور غلام اور آزاد کرنے والے اور آزاد شدہ دونوں پر ہوتا ہے۔ ۳۲

ب) اصطلاح میں ہر وہ شخص جس نے کسی دوسرے کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا ہو یا وہ آزاد ہو یا کسی دوسرے کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہو۔

۲ - موالی کی اقسام:

موالی کی تین اقسام ہیں:

ا) موالی الحلف. مثلاً امام مالک بن انس اصبحی تیمی وہ نسلی لحاظ سے اصبحی ہیں اور موالات کے لحاظ سے بھی ہیں، یہ اس لئے کہ ان کی قوم "اصبح" حلف ولاء

Marfat.com

(دوستی اور حمایت کے معاہدہ) کے ذریعہ یتیم قریش کی "موالی" بن گئی ۔

ب) مولیٰ العتاقہ. مثلاً ابوالبختری الطائی التابعی ان کا نام سعید بن فیروز ہے. یہ قبیلہ طی کے ایک شخص کے غلام تھے، جس نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

ح) مولیٰ الاسلام. مثلاً محمد بن اسمٰعیل بخاری جعفی ، ان کے دادا مغیرہ مجوسی تھے جو یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تھے۔ اس لئے اس نسبت سے وہ بھی جعفی کہلانے لگے۔

۳ - اس کے فوائد.

التباس سے بچاؤ رہتا ہے اور جس قبیلے کی طرف نسب یا ولاء کی بنا پر نسبت ہوتی ہے اس کی پہچان ہو جاتی ہے اور اس طرح جو شخص ولاء کی وجہ سے کسی قبیلہ کی طرف منسوب ہو. اور اس کا ہم نام جو اس قبیلہ سے نسبتی تعلق رکھتا ہو، دونوں میں تمیز کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

۴ - اس عنوان پر مشہور تصانیف.

ابو عمر الکندی نے صرف راویوں کی نسبتوں کے بارے میں لکھا ہے۔

ضعیف راویوں کی پہچان

- ۲۰ -

۱ - ثقہ اور ضعیف کی تعریف.

ا) لغوی لحاظ سے، ثقہ موتمن یعنی امانت دار کو کہتے ہیں اور قوی کی ضد ہے۔ ضعف حسی بھی ہو سکتا ہے اور معنوی بھی۔

ب) اصطلاح میں ثقہ. عادل و ضابط کو کہتے ہیں اور ضعیف سے مراد ایسا شخص ہے جس کے حفظ و ضبط یا عدالت پر طعن کیا گیا ہو۔ یعنی جرح یا تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہو۔

۲ - اس کی اہمیت و افادایت.

ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان علوم حدیث کی اہم ترین انواع میں سے ہے، اس لئے کہ اس کے واسطہ سے صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔

۳ - مشہور ترین تصانیف اور ان کی اقسام:

ا) ایسی تصانیف جو صرف ثقات کے بیان پر مشتمل ہیں. مثلاً کتاب "الثقات"

Marfat.com

مصنفہ ابن حبان۔ اور کتاب "الثقات" مصنف العجلی

ب) ایسی تصانیف جو صرف ضعفاء کے بیان میں ہیں، یہ بہت زیادہ ہیں، مثلاً امام بخاری، امام نسائی، عقیلی اور دارقطنی کی کتابیں جن میں سے ہر ایک کا نام "الضعفاء" ہے اسی طرح ابن عدی کی "الکامل فی الضعفاء" اور ذہبی کی "المغنی فی الضعفاء"

ج) ایسی کتب بھی ہیں جو ثقات اور ضعفاء دونوں کو بیان کرتی ہیں، یہ کتب بھی بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً بخاری کی کتاب "تاریخ کبیر" اور ابن ابی حاتم کی "الجرح و التعدیل" یہ رواۃ کی صفات و خصوصیات پر مشتمل عمومی کتب ہیں۔ کچھ کتابیں ایسی ہیں جو حدیث کی کسی ایک یا متعدد کتابوں کے راویوں کو بیان کرتی ہیں۔ مثلاً عبدالغنی مقدسی کی کتاب "الکمال فی اسماء الرجال" اس کے علاوہ مزی، ذہب، ابن حجر اور خزرجی کی تصانیف جو مذکورہ بالا کتاب کی بہتر تدوینی شکلیں ہیں۔

رواۃ کے اوطان و بلدان کی پہچان

- ۲۱ -

۱ - اس بحث سے مراد:

اوطان، وطن کی جمع ہے، اس سے مراد وہ خطہ زمین ہے جس میں آدمی پیدا ہوتا یا قیام کرتا ہے۔ بلدان، بلد کی جمع ہے، اس سے مراد شہر یا بستی ہے، جس میں پیدا ہوتا یا سکونت اختیار کرتا ہے، اس بحث سے مراد رواۃ کے ان علاقوں اور شہروں کا علم حاصل کرنا ہے جن میں یہ لوگ پیدا ہوئے یا سکونت اختیار کی۔

۲ - اس کے فوائد:

دو متفق اللفظ ناموں کے درمیان امتیاز پیدا کرنا، جب وہ دونوں دو الگ الگ شہروں سے ہوں اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی حفاظت کو اپنے کام اور تصنیفات میں اکثر ضرورت پڑتی ہے۔

۳ - عرب و عجم کے سب لوگ کس چیز کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں؟

ا) قدیم زمانہ میں عربوں کا معمول تھا کہ وہ اپنی نسبت اپنے قبائل ہی کی طرف کرتے تھے

Marfat.com

اس لئے کہ ان کی اکثریت بدوی تھی اور سفری زندگی ہی سے آشنا تھی، ان کا رابطہ اپنی زمین اور وطن کے مقابلہ میں اپنے قبائل سے زیادہ ہوتا تھا۔ جب اسلام آیا اوز وہ شہروں اور بستیوں میں سکونت پذیر ہو گئے تو انہوں نے اپنے شہروں اور بستیوں ہی کی طرف نسبت کو پسند کیا۔

ب) لیکن عجمی لوگ قدیم زمانہ ہی سے اپنے آپ کو شہروں اور بستیوں کی طرف منسوب کرتے آئے تھے۔

۴ - ترک وطن کرنے والا شخص اپنی نسبت کس طرف کرے گا؟

ا) جب کوئی شخص اپنے وطن متروک اور وطن مالوف دونوں کی طرف نسبت کا ارادہ کرے تو پہلے اپنے وطن اصلی کی طرف نسبت کرے، پھر اپنے وطن جدید کا ذکر کرے جس کی طرف منتقل ہو کر آیا ہے اور بہتر ہو گا کہ دوسرے نام سے پہلے "ثم" کا لفظ لگائے مثلاً وہ شخص جو حلب میں پیدا ہوا پھر مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ وہ ان الفاظ میں اپنی نسبت بیان کرے "فلان الحلبی ثم المدنی" (فلاں شخص جو پہلے حلبی تھا پھر مدنی ہو گیا)

ب) لیکن اگر دونوں وطنوں کو جمع رکھنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو، تو اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کی طرف چاہے نسبت کر لے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

۵ - ہر شخص کسی شہر کے تابع بستی میں رہتا ہو، وہ کس طرح نسبت کرے گا؟

ا) وہ اس بستی کی طرف نسبت کر سکتا ہے جس میں وہ رہتا ہے۔

ب) وہ اس شہر کی طرف بھی نسبت کر سکتا ہے جس کے ماتحت یہ بستی ہے۔

ح) وہ اپنے آپ کو اس علاقے کی طرف بھی منسوب کر سکتا ہے جس کا یہ شہر ایک حصہ ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص باب کا رہنے والا جو حلب شہر کے تابع ہے اور حلب شام کا ایک شہر ہے تو وہ اپنی نسبت میں فلان البابی یا فلان الحلبی یا فلان الشامی کہہ سکتا ہے۔

۶ - اس، ت کی مقدار کیا ہے:

اگر کوئی شخص کسی شہر میں گذارے تو اس کی طرف اپنی نسبت کر سکتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ چالیس سال

۷ - اس موضوع پر مشہور تصانیف :

ا) اگر ہم سمعانی کی کتاب "الانساب" جس کا اسی سلسلے میں پہلے ذکر آ چکا ہے۔ اس میں شمار کریں تو بے جا نہ ہو گا، اس لئے کہ وہ اوطان وغیرہ کی طرف انتساب کو بیان کرتے ہیں۔

ب) طبقات بن سعد کا شمار بھی اسی طرح کی کتب میں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی اپنی اس کتاب میں رواۃ کے علاقوں اور بلاد کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور توفیق سے، میں نے اس کتاب کو آخر تک پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ہمارے امام راہنما خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر اپنی ان گنت رحمتیں نازل فرمائے! آمین

الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

باب چہارم

۱۔ شرح نخبۃ الفکر ص ۶۱

۲۔ التقریب بشرح التدریب جلد دوم ص ۱۶۸. امام بیہقی کی وفات ۴۵۸ ھ اور ابن خلف کی وفات ۴۸۷ ھ میں ہوئی تھی

۳۔ امام ابو داؤد نے باب الوتر میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

۴۔ حاکم نے معرفتہ علوم الحدیث کے صفحہ ۴۲ پر اس حدیث کی مسلسل کی صورت میں تخریج کی ہے

۵۔ حاکم نے اس کی تخریج مسلسل کی صورت میں معرفتہ علوم الحدیث. کے صفحہ پر کی ہے۔

۶۔ مالک رحمہ اللہ کی حیثیت ایک امام اور حافظ الحدیث کی ہے جب کہ عبداللہ بن دینار فقط ایک راوی اور شیخ ہیں اگرچہ عمر میں امام مالک سے بڑے ہیں

۷۔ البرقانی خطیب بغدادی سے عمر میں بڑے ہیں اور ان کا درجہ بھی بلند ہے اس لئے کہ وہ خطیب بغدادی کے شیخ اور علم میں بھی بڑھ کر ہیں

۸۔ ابو العشراء کے اپنے نام اور باپ کے نام میں اختلاف ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ ان کا نام اسامہ بن مالک ہے۔

۹۔ القاموس جلد چہارم ص ۲۶۰

۱۰۔ متقارب فی الاسناد وہ رواۃ ہیں جنہوں نے ایک ہی طبقہ کے شیوخ سے حدیثیں روایت کی ہوں۔

۱۱۔ اس لئے کہ معروف طریقہ تو یہی ہے کہ شاگرد اپنے شیخ سے روایت کرے. لیکن جب وہ اپنے قرین یعنی ساتھی سے روایت کرتا ہے تو اس نوع کی روایت سے واقف انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ اس قرین کا ذکر روایت لکھنے والے نے اپنے طور پر کر دیا ہے

۱۲۔ تاکہ اس اسناد کے سامع یا قاری کو یہ وہم نہ ہو روایت میں اسناد کے اصل الفاظ یہ ہیں " حدثنا فلان (و) فلاں. یعنی ہم سے فلاں اور فلاں نے روایت کی. لیکن غلطی سے " حدثنا فلان عن فلان کے الفاظ منہ سے نکل گئے یعنی ہم سے فلاں نے حدیث بیان کی اور اس سے فلاں نے بیان کیا۔

۱۳۔ امام بخاری کی وفات سنہ ۲۵۶ ھ میں ہوئی جب کہ خفاف نیشاپوری کا انتقال سنہ ۳۹۳ ھ میں ہوا. بعض کا قول ہے ان کی وفات سنہ ۳۹۴ ھ میں ہوئی اور بعض کے نزدیک سنہ ۳۵۹ ھ میں ہوئی

۱۴۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سو سال کے اندر اندر کوئی صحبت رسول کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ قابل قبول ہو سکتا ہے لیکن اگر ایک زمانہ گذرنے کے بعد اس کا دعویٰ دار ہوگا تو اس کا دعویٰ نا قابل قبول ہوگا مثلاً بھارت کے رتن نامی ایک ہندو نے چھ سو ہجری کے بعد صحبت کا دعویٰ کیا تھا. اور در حقیقت یہ ایک مکار اور جھوٹا انسان تھا۔ ذہبی نے میزان جلد دوم ص ۴۵ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۵۔ التقریب مع التدریب جلد دوم، ص ۲۲۰

۱۶۔ عبداللہ بن المبارک نے ابو سلمہ کی بجائے سالم بن عبداللہ بن عمر کو ان میں شمار کیا ہے جب کہ ابو الزناد نے سالم اور ابو سلمہ کی بجائے ابو بکر بن عبدالرحمٰن کو ان میں شمار کیا ہے۔

۱۷۔ یہ ام الدرداء صغری ہیں ان کا نام ہجیمہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ہجیمہ ، یہ ابوالدرداء کی بیوی ہیں۔ ام الدرداء کبریٰ بھی ابوالدرداء کی بیوی ہیں ان کا نام خیرہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں۔

۱۸۔ الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰۵

۱۹۔ یعنی صحابہ میں ایسے سات حقیقی بھائی نہیں گذرے جو سب کے سب ہجرت کے شرف سے مشرف ہوئے ہوں صرف مذکورہ بالا ساتوں بھائی اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے تھے[۲۰]۔ "السراج" چراغ بنانے کی صنعت کی طرف نسبت ہے۔ اس کے دادا چراغ سازی کا کام کرتے تھے، ان کا نام ابو العباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم الثقفی تھا ان کا تعلق بنو ثقیف سے نہیں تھا بلکہ یہ ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بزرگ اپنے زمانہ کے نیشاپور میں نامور محدث تھے، جن سے بخاری اور مسلم دونوں نے روایات لی ہیں۔ وفات سنہ ۳۱۳ھ میں ہوئی۔

۲۱۔ اگر صرف نام میں یکسانیت ہو تو ایسی صورت میں بہت ہی کم اشکال پیش آ سکتا ہے۔

۲۲۔ خطیب بغدادی کی کتاب المتفق والمتفرق، میں یہ مثال میرے لئے سب سے زیادہ غرابت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ اگرچہ اس کتاب کے نام میں یکسانیت رکھنے والے افراد کی زیادہ سے زیادہ تعداد سترہ بتائی گئی ہے۔[۲۳] نخبۃ الفکر ص ۶۸

۲۴۔ اس کا ایک قلمی نسخہ استنبول کے کتب خانہ اسعد آفندی میں سلسلہ نمبر ۲۰۹۷ کے تحت موجود ہے لیکن یہ ناقص ہے۔ اس کے ۲۳۹ اوراق ہیں جو دسویں جز سے شروع ہو کر اٹھارویں جز یعنی آخر کتابت تک ہیں۔ شیخ عبداللہ بن حمید کے پاس اس کا ایک حصہ موجود ہے جو تیسرے جز سے نویں جز تک ہے۔

۲۵۔ نخبۃ الفکر ص ۶۸

۲۶۔ المنشأ بہ دراصل اس سے ماقبل کی دونوں قسموں المتفق والمتفرق، اور المؤتلف والمختلف سے مرکب ہے۔

۲۷۔ یعنی راویوں کے نام تلفظ میں مختلف ہوں لیکن ان کے آباء کے نام رسم الخط اور تلفظ کے لحاظ سے یکساں ہوں۔

۲۸۔ اس نو کا بعضوں نے المتشبہ المقلوب، نام رکھا ہے۔ یعنی اشتباہ کا وقوع ذہن میں ہو رسم الخط میں نہ ہو۔ خطیب بغدادی نے اس نوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والانساب رکھا ہے۔

۲۹۔ ان کے دو مکمل نسخے دار الکتب مصر میں موجود ہیں میرے پاس ان دونوں کا فوٹو سٹیٹ موجود ہے۔

۳۰۔ امام ترمذی کی سن ولادت میں اختلاف ہے۔ اکثر مورخین نے آپ کی سن ولادت کی تحدید نہیں کی بلکہ صرف اتنا ذکر کیا ہے کہ آپ تیسری صدی ہجری کے پہلے عشرے میں پیدا ہوئے۔ تاہم بعض متاخرین نے آپ کی سن ولادت ۲۰۹ ہجری بیان کی ہے۔ شمائل ترمذی کے شارح محمد بن قاسم جسوس بھی ان میں شامل ہیں ملاحظہ ہو شرح الشمائل جلد اول ص ۴۔

۳۱۔ تدریب الراوی جلد دوم ص ۳۸۱

۳۲۔ القاموس جلد چہارم ص ۴۰۴

Marfat.com

اصطلاحات صوفیہ

تالیف آبد اشرف

ڈاکٹر محمد اسلام
پروفیسر اسلامک سٹڈیز یونیورسٹی

مکتبہ اسلامیہ

Marfat.com